جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ
علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
جنوری 2021

ماہ نامہ

ذوق شوق

کراچی

J.
FRAGRANCES
POUR FEMME
An elusive fragrance, J. Pour Femme reflects the persona and charisma of a woman who is determined and self reliant. It is the best pick of this summer, for those who value their uniqueness and individuality.
J.
POUR FEMME
EAU DE PARFUM
100 ML 3.4FL OZ
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
Shop online at www.junaidjamshed.com
J.Fragrances
J.JunaidJamshed
FragrancesJ
J.Fragrances

YoungsFood
Young's®
Success Ka Secret
Maa Ke Haath Ka Pyaar Aur...
Young's®
Chicken Spread
يونغز دجاج قابلة للدهن
Power of 5
Real Chicken Chunks
200ml
۲۰۰ مل
Young's®
Chicken Spread
Bar-B-Que
يونغز دجاج قابلة للدهن
باربي كيو
ALSO AVAILABLE IN BBQ FLAVOUR
Full Nutrition, Complete Meal!

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
IMLI GINGER SAUCE
BAR-B-Q SAUCE
GREEN CHILLI SAUCE
GARLIC CHILLI SAUCE
SHANGRILA KETCHUP AND SAUCES
TASTY!
DELICIOUS!
KHAANON KAY MUST HAVES!
Shangrila
TOMATO KETCHUP
SMART PACK
Tantalize your taste buds
TOMATO KETCHUP
600g
21.16 oz
www.shangrila.com.pk
shangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

پیغامِ الٰہی جل جلالہ

عبدالعزیز

(مفہوم آیت: ۸۰، از سورۂ بقرہ)

"یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہمیں (جہنم کی) آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ (اگر چھوئے گی بھی تو بہت) تھوڑے دن جو (انگلیوں پر) شمار کیے جا سکیں۔ (اے محمد!) آپ (ان سے) یوں فرما دیجیے (کہ) کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس بارے میں) کوئی معاہدہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے معاہدے کے خلاف نہ کریں گے یا (اگر معاہدہ نہیں کیا تو ویسے ہی) اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کا الزام لگا رہے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے۔"

عزیز دوستو! یہودیوں کا یہ جھوٹا دعویٰ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ختم نہیں ہوگی اور اپنے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ چوں کہ ہم اسی شریعت موسوی پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے، لہٰذا ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور اگر عذاب ہوا بھی تو صرف چالیس دن ہوگا، یعنی جتنے دن ہمارے باپ دادا نے بچھڑے کی عبادت کی تھی اتنے دن ہم عذاب میں گرفتار ہوں گے، اس کے بعد جہنم سے نکل آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ جو تمھارا دعویٰ ہے کہ ہم صرف چند روز جہنم میں رہیں گے، اس کی تمھارے پاس کوئی دلیل ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سے تم نے کوئی عہد لیا ہے جس کی بنیاد پر تم ایسی باتیں کر رہے ہو؟ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں ہے، تم خود اپنے پاس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ان باتوں کی نسبت کرتے ہو جن کا خود تمھیں علم نہیں ہے۔

عزیز دوستو! آج کل بھی بہت سے لوگ ایسے کفریہ عقائد اور بد عملیوں میں مبتلا ہیں جو قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہیں اور خوش فہمی یہ ہے کہ ہم ہی جنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح کی خوش گمانیوں کی دلدل میں پھنسنے سے بچائے اور قرآن و حدیث کے مطابق عقائد اور عمل نصیب فرمائے، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جا سکیں۔

پیغامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

راشد علی نواب شاہی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتوں میں ان کی طرف جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں۔" (طبرانی، ترغیب، جلد: ۳، ص: ۳۹۰)

عزیز ساتھیو! اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا۔ وہ ایسے ایمان والے ہیں جو لوگوں کی ضرورتوں اور اُن کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

لہٰذا اگر ہم سے بھی کسی کی کوئی ضرورت وابستہ ہو جائے تو اسے ہم اپنی خوش نصیبی سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی کی ضرورت پورا ہونے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ہمارے ایک دوست بیرون ملک رہتے تھے۔ انھوں نے پاکستان میں چند ہزار روپے کسی ساتھی کے پاس بھیجے کہ کراچی کے کسی ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں جائیں اور اگر کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہو یا کسی کو کوئی اچانک حادثہ پیش آ گیا ہو تو اس رقم سے اس کی مدد کر دیں۔ بیرون ملک دوست کی ہدایت پر اُس ساتھی نے ایسے لوگوں کی مدد کی جو اُس وقت انتہائی ضرورت مند تھے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ جب انھوں نے انتہائی حاجت مند لوگوں کی خدمت کے لیے رقم بھیجی اس رات ان کے گھر میں تین ڈاکو گھس آئے۔ ان صاحبِ خانہ نے غصے سے کہا: "کون ہو؟" بس یہ سننا تھا کہ ڈاکو بھاگ گئے۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس علاقے میں یہ واحد گھر تھا کہ جس سے ڈاکو مال لوٹے یا کسی کو نقصان پہنچائے بغیر چلے گئے۔

جب تک کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کی بھلائی میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً:

کسی کو صحیح راستہ بتا دیتا ہو۔ اپنے علم سے لوگوں کی راہ نمائی کرتا ہو۔ اگر کسی وجہ سے کوئی طالب علم اسکول نہ آ پائے تو اُس کا کام کر دیتا ہو۔ اپنے مال سے لوگوں کی خدمت کرتا ہو۔ کسی کو کپڑا پہنا دیتا ہو یا کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہو۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام کرتا ہوگا تو ایسے شخص کو کیوں کر عذاب ہوگا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے لوگوں میں سے بنائے۔

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ ہجری | جلد: 16

شمارہ: 01

ناشر — محمد عارف رشید

مجلس ادارت

■ مدیر — عبدالعزیز

■ معاون — محمد طلحہ شاہین

مجلس مشاورت

پروفیسر محمد احمد خان صاحب

راشد علی نواب شاہی

سرورق السٹریٹر — سید ناصر

آرٹسٹ — قیصر شریف

کمپوزر — سعد علی

نگران ترسیل — منور عمر

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاحِ امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت 70

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک 1000/=

بذریعہ عام ڈاک 750/=

ماہ نامہ ذوق و شوق میں اشتہار شائع کرنے کا مطلب تصدیق ہے نہ سفارش۔ یہ صرف عوام کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مصنوعات کے بارے میں قارئین خود تحقیق فرمالیں۔

خط و کتابت کا پتہ:

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔او۔بکس نمبر 17984 پوسٹ کوڈ 75300، گلشن اقبال، کراچی

Email: zouqshouq@hotmail.com

zouq shouq/ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0213-4990760, 0341-4410118

What's app: 0324-2028753

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

عنوان	مصنف	صفحہ
سیرت کہانی ۲۰	عبدالعزیز	06
بلاعنوان (۱۶۱)	قرۃ العین خرم ہاشمی	08
آنکھ بند مرغے	الطاف حسین	10
گرگٹ کے رنگ	انسپکٹر احمد عدنان طارق	13
وہ دیکھیں نا	عاطف حسین شاہ	14
عہد	احمد شیر خان	17
انجام	مولانا محمد نعمان طارق گڑنگی	19
میری ماں میری زندگی ہے	سیدہ عروج فاطمہ	21
ڈر سے بچاؤ	معتصم الٰہی جان	22
سوال آدھا، جواب آدھا ۱۲ (کھیل)	الطاف حسین	24
میرے مولیٰ (نظم)	ارسلان اللہ خان	26
جھوٹوں کے جھوٹے ۱۲	حافظ محمد دانش عارفین حیرت	27
مسیحا	ش۔م۔دانش	31
بس راہ سُجھائے جا......!	مفتی محمد معاویہ اسماعیل	33
قرآن کوئز ۵ (کھیل)	سعد علی چھیپا	35
امن کی فاختہ	ہما اعظمی	36
خط کا جواب	محمد حذیفہ رفیق زم زمی	39
سیم کی پھلی (سبزی)	سعد علی چھیپا	41
نئے لکھاری	قارئین	42
انڈے کی چوری	محمد نعمان حیدر	44
اجمالی خاکہ	ادارہ	47

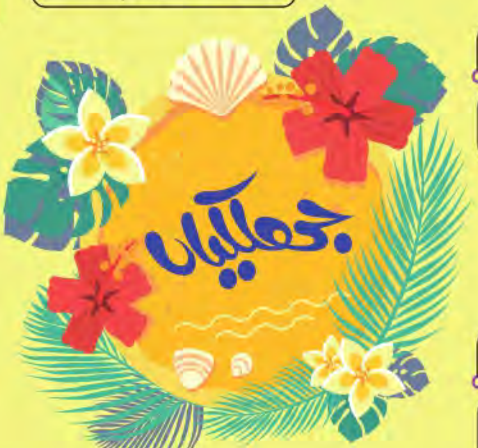

پبلشر محمد عارف رشید نے بچوں کی تعلیمی و تربیتی ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

PARADISE BOOKS DISTRIBUTORS

Karachi: J-73, UNIT-1, GROUND FLOOR, OFF ALLAMA IQBAL ROAD, PECHS BLOCK-2, KARACHI. 021-34314981
LAHORE: SIDDIQUE MANAZIL, 2ND FLOOR, 40-ABBOT ROAD, STREET NEON PRINCE , LAHORE. 051-48430042
RAWALPINDI: OFFICE NO 2, FIRST FLOOR, STAR PLAZA, PARADISE HOUSE, RAWALPINDI. 042-3629701

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

لیجیے جناب! دیکھتے ہی دیکھتے سن 2020 ہوا ختم اور سن 2021 ہوگیا شروع! ہمیں لگتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ کیا آپ کو بھی یہی محسوس ہو رہا ہے؟!

ویسے وقت کا کام تو گزرنا ہی ہے، چاہے تیزی سے گزرے یا آہستگی سے، بہر حال اسے گزرنا ہی ہے۔ اب یہ ہمارے دیکھنے کی چیز ہے کہ ہم اسے ضائع کر رہے ہیں یا کام میں لا رہے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وقت تلوار کی طرح ہے، اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمھیں کاٹ دے گا۔'' مطلب یہ کہ ہم نیک اعمال کر کے وقت سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہوں، ورنہ فضولیات میں مشغول کر کے یہ ہمارے لیے نقصان کا باعث ہوگا، لٰہذا یہ ہمارے سوچنے کی چیز ہے کہ ہم ایسا کیا کریں کہ وقت سے بھرپور فائدہ اٹھالیں۔

ہمیں اپنے پردادا، سکڑ دادا اور لکڑ دادا کا نام تک یاد نہیں ہوگا، جب کہ ''بڑے لوگ'' یاد رہتے ہیں ہمیں! کیوں؟ اس لیے کہ انھوں نے بڑے بڑے کام کیے ہوتے ہیں، تبھی تو ہمیں ان کے نام، ان کے کام اور اُن کے ایام، سب یاد رہتے ہیں، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وقت کو قیمتی بنا کر بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔

اب ہم کیا کریں؟ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ہم ان بڑوں کے حالاتِ زندگی پڑھیں۔ آپ پوچھیں گے کہ اس سے کیا ہوگا؟

ہم بتاتے ہیں کہ اس سے کیا ہوگا۔ اس سے یہ ہوگا کہ بڑوں کے کارنامے پڑھنے سے اپنے اندر بڑے بڑے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس موقع پر ہمیں ماہ نامہ ذوق وشوق کے سرپرست مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی کی ایک بات یاد آ گئی، جو اُنھوں نے بڑوں کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک کتاب کے مقدمے میں لکھی ہے:

حضرت نے لکھا: ''یہ کتاب آپ کا کچھ وقت لے کر آپ کو بہت سا وقت دے جائے گی۔''

تو جب ہم بڑوں کے حالاتِ زندگی پڑھیں گے تو ایک تو ہم میں کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور ساتھ ساتھ بڑے بڑے کاموں کے لیے وقت نکالنے کی توفیق بھی نصیب ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

تو کیا خیال ہے؟! کریں عزم بڑوں کے حالاتِ زندگی پڑھنے کا؟ اب یہ مت کہیے گا کہ اس کا وقت نہیں ہے، سردی کی طویل راتوں میں یہ کام بسہولت ہوسکتا ہے۔ کیجیے بسم اللہ وقت لگا کر وقت بچانے کی، تاکہ بڑے لوگوں کی طرح بڑے بڑے کام کیے جاسکیں!

ع العزیز

سیرتِ مصطفیٰ ۲۰

عبدالعزیز

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک زندگی اور سیرت کے اہم واقعات پر مبنی ایک پیارا سلسلہ۔

صریفِ اقلام کے مقام سے چل کر مختلف مراحل طے کرتے ہوئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچے اور سجدہ کیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے بات چیت بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے، جس کا مفہوم ہے: ''اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تین عطیے دیے: ۱۔ پانچ نمازیں۔ ۲۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا مضمون، اور ۳۔ جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف فرمانے کا وعدہ۔'' (صحیح مسلم)

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس مقامِ قرب میں حضور ﷺ کو بہت سی خوش خبریاں سنائیں، خاص خاص احکام اور ہدایات دیں، ان میں سب سے اہم حکم پچاس نمازوں کا تھا۔ حضور ﷺ یہ تمام احکام اور ہدایات لے کر انتہائی خوشی کے ساتھ واپس ہوئے۔

واپسی میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احکامات و ہدایات اور نماز کے فریضے وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے پوچھا:

''اللہ تعالیٰ نے کیا حکم فرمایا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''میں اپنی قوم بنی اسرائیل کے حوالے سے خوب تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ کی امت کم زور ہے، اس فریضے کو اَنجام نہیں دے سکے گی، اس لیے آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس جایئے اور نمازیں کم کروایئے۔''

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نمازوں کی تعداد کم کرنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔

پھر دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے نمازیں مزید کم کرانے کا مشورہ دیا۔ اللہ کے رسول علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پھر حاضر ہوئے اور نمازوں کی تعداد کم کرنے کی پھر درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے پانچ اور کم کر دیں۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ دینے پر جاتے رہے اور نمازیں کم کرواتے رہے، اس طرح ہوتے ہوتے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بھی کم کرانے کا مشورہ دیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اب مجھے شرم آتی ہے۔''

آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دے کر روانہ ہوئے تو ایک آواز آئی:

''یہ نمازیں ہیں تو پانچ، مگر (ثواب کے حساب سے) پچاس کے برابر ہیں اور میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔''

(زادالمعاد، ج:۲،ص:۴۷،۴۸)

اس طرح آسمانوں سے واپسی ہوئی اور بیت المقدس میں آپ ﷺ آ کر اُترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

صبح ہونے کے بعد آپ ﷺ نے یہ واقعہ قریش کے لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ وہ سب سُن کر حیران ہو گئے۔ کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تالیاں بجائیں اور تعجب کی وجہ سے یہ کہنے لگے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر

واپس آ گئے!

جن لوگوں نے بیت المقدس دیکھا ہوا تھا، انھوں نے آپ ﷺ کا امتحان لینے کی خاطر وہاں کی نشانیاں پوچھنا شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کی نظروں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ آپ ﷺ اسے دیکھتے جاتے تھے اور اُن کے سوالات کے جواب دیتے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب کوئی بات پوچھنے سے باقی نہ رہی تو کفار نے کہا:

''اچھا اب کوئی راستے کا واقعہ بتلاؤ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''راستے میں فلاں جگہ مجھے ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے مکے واپس آ رہا ہے، اس قافلے کا ایک اونٹ بھی گم ہو گیا تھا جو بعد میں مل گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تین دن کے بعد وہ قافلہ مکہ پہنچ جائے گا اور ایک مٹیالے رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہو گا جس پر دو بورے لدے ہوں گے۔''

چناں چہ تیسرے دن اسی انداز سے وہ قافلہ مکے میں داخل ہوا اور اُونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی انھوں نے بیان کیا۔

ولید بن مغیرہ نے یہ سن کر اور یہ سب دیکھ کر کہا:

''یہ جادو ہے۔''

لوگوں نے کہا:

''ولید سچ کہتا ہے۔''

(زرقانی، ج:۶، ص:۱۲۶)

کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

''تمھارے دوست محمد (ﷺ) یہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا اور صبح سے پہلے واپس آ گیا۔ کیا تم اس کی بھی تصدیق کرو گے؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں تو اس سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ کی بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہتا ہوں۔''

اسی روز سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہو گیا۔

(خصائص کبریٰ، ج:۱، ص:۱۷۶)

محترم قارئین کرام! تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی یہ سیر حضور ﷺ کو جاگنے کی حالت میں روح اور جسم، دونوں کے ساتھ کروائی تھی، نہ یہ خواب تھا اور نہ صرف روح کی سیر تھی۔

اسی طرح اکثر علمائے امت کا یہ بھی کہنا ہے کہ معراج میں حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطے کے آپ ﷺ سے بات چیت فرمائی تھی۔

بقیہ: بس راہ سجھائے جا۔۔۔!

سر! آج واقعی میرے لیے عید کا دن ہے۔ آپ حکم کریں، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ترغیب دیتے ہوئے جلدی سے اسے وہ دوائی منگوانے کا کہا۔ اس نے وہ دوائی وہیں کیبن میں ہی منگوالی۔ میرے نہ نہ کرنے کے باوجود شام کے کھانے پر آنے کا وعدہ لے کر ہی اس نے مجھے اجازت دی، البتہ اس وقت اس کے اصرار کے باوجود میں نے اس کے پاس کچھ کھانا پینا مناسب نہ سمجھا اور بہت ہی مشکل سے اسے اس خریدی ہوئی دوائی کے پیسے دیے اور اُسے اس وقت پیسے لینے ہی پڑ گئے جب میں نے اسے کہا کہ ''بیٹا! انھی پیسوں کی دوائی کسی مستحق کو مفت دے دینا۔ مجھ پر تو اللہ تعالیٰ کا بہت ہی فضل ہے۔ مجھے مفت دوائی لینے کی ضرورت نہیں ہے اور ہاں، ساتھ میں صحیح راستہ بھی دکھا دینا، یعنی بس راہ سجھائے جا۔''

شام کو آنے کا وعدہ لے کر اُس نے مجھے جانے کی اجازت دی اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوا دکان سے باہر آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بچے کی زندگی بہتر بنانے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ الحمد للہ! ثم الحمد للہ!

بلاعنوان ۱۶۰

قرۃ العین خرم ہاشمی۔ لاہور

''میں آگئی۔''

چھے سالہ ہانیہ نے باغ میں بیٹھی اپنی سہیلیوں کے پاس جاکر خوشی سے کہا۔اس کی چاروں سہیلیاں باغ میں سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ہانیہ کی آواز پر سب نے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔

''اتنی دیر سے!'' طوبیٰ نے منہ بنا کر کہا۔

''ابو نے آنے میں دیر کردی۔ان کے بغیر کیسے آتی؟'' ہانیہ نے کہا تو سب نے سر ہلا دیے۔

''مگر کل سے کوشش کرنا کہ جلدی آسکو۔تمھاری وجہ سے ہم ہر روز دیر سے گھر جاتے ہیں اور صحیح طرح کھیل بھی نہیں پاتے۔''

فروا نے کہا تو ہانیہ نے سر ہلا دیا، پھر وہ پانچوں بچیاں خوشی سے چہکتی، ہنستی مسکراتی باغ میں کھیلنے لگیں۔

یہ علاقے کا سب سے خوب صورت اور مشہور باغ ہے، جہاں شام کے وقت خواتین اور بچیاں کثیر تعداد میں ہوتی ہیں۔مرد حضرات زیادہ تر صبح کے وقت یہاں آتے ہیں۔

ہانیہ بہت پیاری بچی ہے۔وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے۔ہانیہ کافی ضدی ہے۔وہ ہر شام ضد کر کے باغ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے آتی ہے۔یہ سب ایک ہی اسکول میں پڑھتی ہیں،اس لیے ان میں بہت اچھی دوستی ہے۔

باغ میں رنگا رنگ خوب صورت پھول کھلے ہوئے ہیں۔پھولوں پر منڈلاتی تتلیاں دیکھ کر بچے بہت خوش ہوتے ہیں۔

مغرب کی اذان سے پہلے سب کے گھر سے کوئی نہ کوئی انھیں لینے آ گیا۔

''اف!ابھی تو ہم کھیل رہے ہیں۔'' ہانیہ نے سرخ چہرے اور پھولی سانس کے ساتھ کہا۔

''میرا بھائی آ گیا ہے۔میں جا رہی ہوں،کل آؤں گی۔'' صدف نے جوتے پہنتے ہوئے کہا۔

''میرے بھی دادا ابو لینے آ گئے ہیں۔'' فروا نے جلدی سے کہا۔

''کیا وہ تھوڑی دیر اِنتظار نہیں کر سکتے!مجھے کھیلنے میں بہت مزہ آ رہا ہے۔''

ہانیہ نے منہ بنا کر کہا،مگر سب سہیلیاں جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ہانیہ کے ابو بھی اسے لینے آ گئے۔

واپسی پر ہانیہ کا موڈ بہت خراب تھا۔

''ہانی!آئس کریم کھاؤ گی؟'' اس کے ابو نے مسکرا کر پوچھا تو ہانیہ نے غصے سے نفی میں سر ہلا دیا۔گھر آ کر بھی اس کا موڈ بہت خراب رہا۔

''کیا ہوا ہماری بیٹی کو؟'' ابو نے اسے پاس بٹھا کر سوال کیا تو ہانیہ غصے سے منہ بنا کر کہنے لگی:

''میرا ابھی اور کھیلنے کا دل چاہ رہا تھا،مگر وہ سب اپنے گھر چلی گئیں۔وہ اچھی نہیں ہیں۔''

''ٹھیک ہے،کل سے آپ ان کے ساتھ مت کھیلنا۔'' اس کے ابو نے کہا۔

''بچی کو غلط بات مت سکھائیں۔'' ہانیہ کی امی نے پاس آ کر کہا۔

''غلط کیا ہے!اگر ہانیہ اپنی سہیلیوں سے خوش نہیں ہے تو اُن کے ساتھ نہیں کھیلے۔'' ہانیہ کے ابو نے لاپروائی سے کہا۔

''مگر اس طرح ہانیہ مزید ضدی ہو جائے گی۔'' اس کی امی نے پریشانی سے کہا۔

''ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔میں اب ان کے ساتھ نہیں کھیلوں گی اور نہ ہی بات کروں گی۔''

ہانیہ نے منہ بنا کر کہا۔اگلے دن ہانیہ اسکول گئی تو اُس نے سہیلیوں سے بات نہیں کی،بل کہ انھیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ہانیہ نے اپنی سیٹ بھی بدل لی۔

''ہانیہ!کیا تم ہم سے ناراض ہو؟'' وقفے میں سب اس کے پاس آئیں۔

''ہاں،کیوں کہ تم سب بہت بُری ہو۔'' ہانیہ نے زبان چڑائی۔

''ہم نے کیا کیا ہے؟'' فروا نے حیرت سے سوال کیا۔

''کل میں نے کہا بھی کہ ابھی اور کھیلنا ہے،مگر تم سب مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔'' ہانیہ نے غصے سے کہا۔

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 250، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 150، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 100 روپے انعام دیا جائے گا۔''بلاعنوان'' کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۱ جنوری ۲۰۲۱ ہے۔
نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

''اس لیے کہ ہمیں ہمارے گھر والے لینے آ گئے تھے۔'' طوبیٰ نے کہا۔

''تو کیا ہوا؟ کچھ دیر اِنتظار کر لیتے۔''

ہانیہ کسی طور بھی ماننے کو تیار نہیں تھی۔ وہ سب ہانیہ کو سمجھا سمجھا کر تھک گئیں تو وہاں سے چلی گئیں۔ اس شام ہانیہ باغ میں گئی تو مزے سے اکیلی ہی گھومتی رہی۔ ساتھ ساتھ وہ کن انکھیوں سے اپنی سہیلیوں کو بھی دیکھتی رہی جو روز کی طرح مزے سے کھیل رہی تھیں۔ ان کی ہنسی کی آوازیں سُن کر ہانیہ کا دِل بجھ سا گیا۔

''وہ سب میرے بغیر بہت خوش تھیں۔'' واپسی میں ہانیہ نے اپنے ابو کو بتایا۔

''تو کیا ہوا! آپ بھی ان کے بغیر خوش رہو۔''

اس کے ابو نے لاپروائی سے کہا۔ ہانیہ نے سن کر سر جھکا لیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے۔

ہانیہ اب اسکول میں بھی اکیلی رہتی اور شام کے وقت باغ میں بھی اکیلی ایک بینچ پر بیٹھی سب کو ہنستے بولتے کھیلتے دیکھتی رہتی۔ ہانیہ کو اَب احساس ہونے لگا تھا کہ اس نے اپنی سہیلیوں کو چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے، وہ اب اکیلے رہنے سے گھبرانے لگی تھی۔

......☆......

''دیکھو، میں تمھارے لیے کتنے کھلونے لایا ہوں۔'' ایک دن اس کے ابو نے کچھ کھلونے اسے دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں چاہییں۔'' ہانیہ نے چڑ کر کہا۔

''کیوں ہانیہ! آپ کو تو یہ بہت پسند ہیں۔'' اس کے ابو نے پاس بیٹھ کر نرمی سے کہا۔ ہانیہ کی امی بھی وہاں آ گئیں۔

''تو اور کیا! ہانیہ کتنے مہینوں سے یہ کھلونے خریدنے کی ضد کر رہی تھی۔'' ہانیہ کی امی نے مسکرا کر کہا۔

''مگر اُس وقت مجھے اپنے کھلونے سب سہیلیوں کو دِکھانے تھے، مگر اَب تو کوئی نہیں ہے میرے ساتھ کھیلنے والا۔'' ہانیہ نے روہانسی ہو کر کہا۔

''آپ کو اپنی سہیلیاں یاد آتی ہیں؟'' ہانیہ کے ابو نے حیرت سے سوال کیا۔

''ہاں، وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں، میرا خیال رکھتی تھیں، میرا اِسکول کا ہوم ورک کرنے میں میری مدد کرتی تھیں۔ میں دیر سے جاتی تو وہ میرے انتظار میں باغ میں بیٹھی رہتیں اور جب تک میں نہ آ جاتی وہ کھیلنا نہیں شروع کرتی تھیں، مگر اَب......'' ہانیہ کہتے کہتے رونے لگی۔

''اور اَب وہ نک چڑھی ہانیہ کو بھول کر ہنسی خوشی رہ رہی ہیں۔'' ہانیہ کے ابو نے کہا تو ہانیہ اور زیادہ رونے لگی۔

''دیکھو ہانیہ! آپ نے اپنی سہیلیوں کے ساتھ غلط کر کے دیکھ لیا۔ آپ کے بار بار ناراض ہونے، شکوہ کرنے، دوسروں کا خیال نہ رکھنے، کسی کو شکریہ نہ کہنے جیسی عادتوں کی وجہ سے سب آہستہ آہستہ کر کے آپ سے دور ہوتے گئے۔'' ہانیہ کے ابو نے نرمی سے کہنا شروع کیا۔ ہانیہ حیرت سے سر اُٹھا کر ابو کی طرف دیکھنے لگی۔

''میں نے پہلے آپ کو اس لیے نہیں سمجھایا کہ آپ اس وقت کسی کی بات نہیں سن رہی تھیں، مگر میں پچھلے کافی عرصے سے دیکھ رہا تھا کہ آپ کے اندر ناشکرے پن کی عادت پروان چڑھ رہی ہے۔ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: 'وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔'

(سنن ابی داود۔ 4811)

میں نہیں چاہتا کہ میری ہانیہ بھی کل کو ایسی بن جائے۔'' ہانیہ کے ابو نے کہا تو ہانیہ کی امی بھی سر ہلانے لگیں۔

'آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اپنی سہیلیوں کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتیں کہ وہ ہر روز شام کو آپ کا اِنتظار کرتی تھیں۔ اچھے دوست ایسے ہی ہوتے ہیں، ان کی قدر کرنی چاہیے۔'' ہانیہ کی امی نے کہا۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔'' ہانیہ نے افسردگی سے کہا۔

''ہم اس غلطی کو پھر سے ٹھیک کر سکتے ہیں۔'' ہانیہ کے ابو نے مسکرا کر کہا۔

''وہ کیسے؟'' ہانیہ نے سر اُٹھا کر پوچھا۔

''یہ تحفے میں آپ کی سہیلیوں کے لیے ہی لایا ہوں۔ آپ شکریے اور معذرت کے ساتھ یہ تحفے انھیں دے دینا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

ہانیہ کے ابو نے کہا تو ہانیہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، پھر وہ تحفے لے کر باغ میں گئی۔ جب ہانیہ نے پاس جا کر ہنستے ہوئے اپنی سہیلیوں کو تحفے دیتے ہوئے سوری کے ساتھ شکریہ بھی کہا تو وہ سب بھی خوشی سے کھلکھلانے لگیں۔ تھوڑی دیر میں ماحول بدل گیا۔

''اب وہ پہلے کی طرح ہنس بول رہی تھیں۔'' واپسی کے سفر میں ہانیہ خوشی خوشی اپنے ابو کو بتا رہی تھی۔

''دیکھا ہانیہ! آپ نے کہ کیسے شکریے کی مٹھاس رشتوں کو بھی میٹھا بنا دیتی ہے۔'' ہانیہ کے ابو نے مسکرا کر کہا تو ہانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں ہمیشہ رشتوں میں شکریے کی مٹھاس شامل کرتی رہوں گی۔'' ہانیہ نے وعدہ کیا تو اُس کے ابو مسکرانے لگے۔

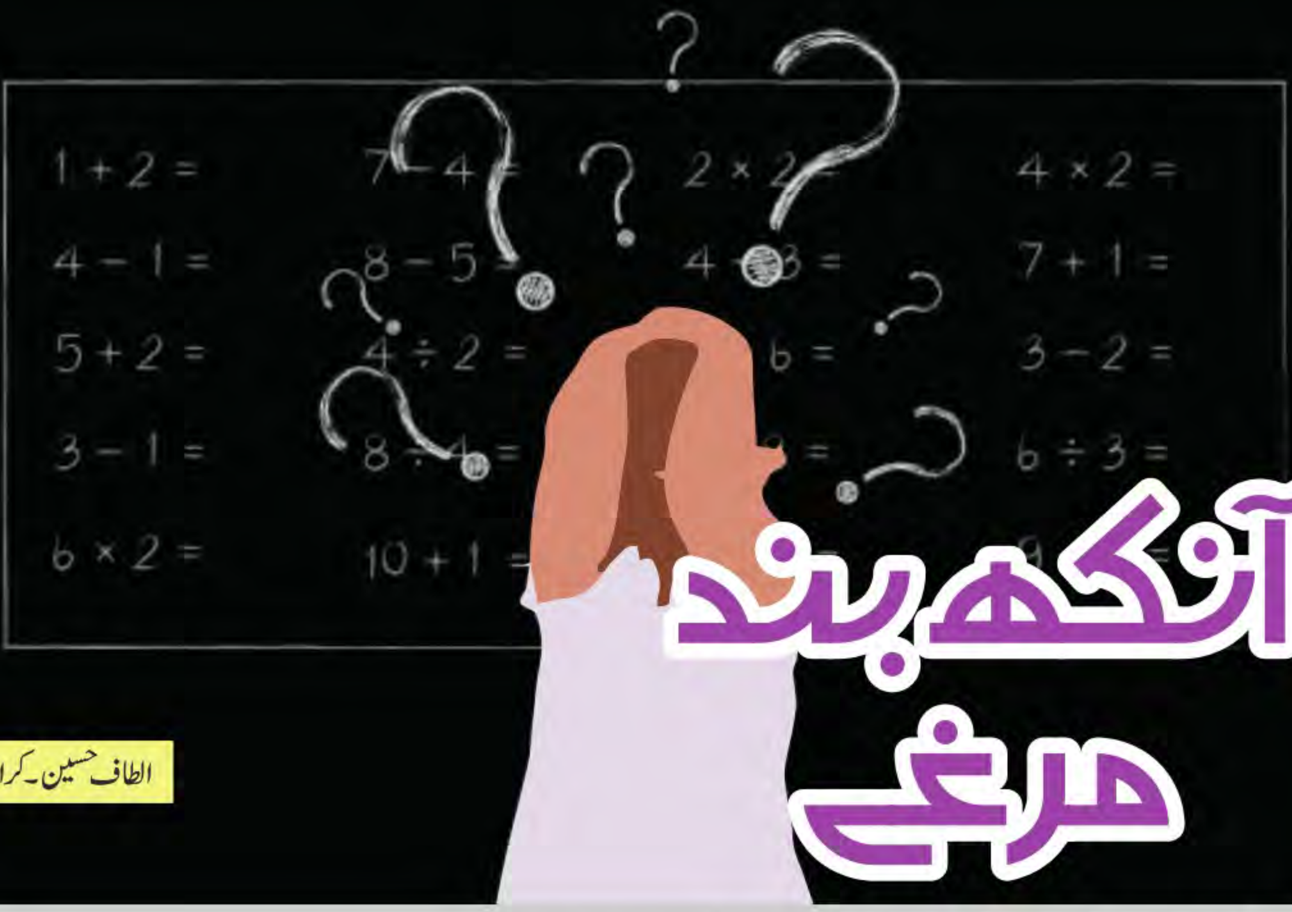

آنکھ بند مرغی

الطاف حسین۔کراچی

میٹرک کے سالانہ امتحان سر پر تھے۔ ہمارے کلاس ٹیچر ماسٹر عبدالغفور صاحب لڑکوں کی کارکردگی بہتر بنانے کی غرض سے آئے دن ٹیسٹ پر ٹیسٹ لے رہے تھے۔

وہ ریاضی جیسا مشکل مضمون پڑھاتے تھے اور بدقسمتی سے لڑکے ان کے مضمون میں ہی زیادہ کم زور تھے۔ ہر ٹیسٹ کا نتیجہ برآمد ہوتا تو تقریباً سب ہی فیل ہوتے۔ ٹیسٹ کے 20 نمبروں میں سے کسی کے 9 نمبر آتے، کسی کے 7، کوئی 3 نمبر حاصل کرتا اور کچھ منچلے ''انڈا'' لینے سے بھی گریز نہ کرتے۔ صورتِ حال کافی تشویش ناک تھی۔ ماسٹر صاحب بہت فکر مند تھے۔ خصوصاً اپنے مضمون میں لڑکوں کی ''اعلیٰ'' کارکردگی نے ان کا سکون برباد کر رکھا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی ہمارے ''شان دار نتائج'' کی خبر ہو چکی تھی، لہٰذا اُن کی ہدایت پر ماسٹر عبدالغفور صاحب نے شام چار سے چھے بجے تک اضافی وقت دینا شروع کیا اور آج اس سلسلے کی پہلی کلاس تھی۔

ماسٹر صاحب کلاس روم میں داخل ہو کر گویا ہوئے:

''دیکھو، یہ اضافی کلاس تمھاری بہتری کے لیے شروع کی گئی ہے۔ تمھاری کام یابی کا دارومدار سخت محنت پر ہے۔'' وہ پوری کلاس کو گھورتے ہوئے بولے۔

''جو لڑکا محنت کرے گا وہ اچھے نمبروں سے پاس ہوگا۔ اس کی عزت ہوگی، ہماری عزت ہوگی اور اِسکول کی بھی نیک نامی ہوگی، لہٰذا کوئی لڑکا فضول بہانے بازی نہیں کرے گا۔ ہر طالب روزانہ اضافی کلاس میں حاضر ہوگا۔ کلاس میں جو کام دیا جائے گا وہ پوری محنت سے کرو گے تو سب اچھا رہے گا، بصورت دیگر......''

انھوں نے آخری جملہ جان بوجھ کر اُدھورا چھوڑ دیا، لیکن اگلی بات، ہم سب بخوبی سمجھ گئے تھے۔

ریاضی کی ابتدائی چار مشقیں سمجھانے کے بعد وہ سخت لہجے میں بولے:

''کل میں ان چاروں مشقوں کا ٹیسٹ لوں گا۔ جو لڑکے تیاری کر کے نہیں آئیں گے انھیں میرا ''ایڈوانس'' مشورہ ہے کہ وہ گھر سے اپنی اچھی طرح مالش کروا کر آئیں۔ بہت لحاظ ہو چکا، اب معافی یا نرمی کی قطعی گنجائش نہیں۔ جو فیل ہوگا اسے بالکل نہیں چھوڑوں گا۔''

یہ خوف ناک اعلان سن کر نالائقوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور وہ ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

دوسرے دن ماسٹر عبدالغفور صاحب بید گھماتے ہوئے کلاس روم میں

داخل ہوئے۔ کچھ دیر کھڑے کلاس کے ہر نالائق کو اِس طرح گھورتے رہے جیسے نظروں ہی نظروں میں اندازہ لگا رہے ہوں کہ کون تیاری کر کے آیا ہے؟ آج ان کی آنکھیں شیر کی طرح چمک رہی تھیں۔ ''شکار'' سامنے موجود ہو تو آنکھوں میں ''خودکار'' چمک آ ہی جایا کرتی ہے۔

''ٹیسٹ کے لیے تیار ہو؟'' انھوں نے بید لہراتے ہوئے پوچھا۔

''جی ی ی ی ی۔'' جواب میں صرف چند لڑکوں کی آوازیں سنائی دیں۔

''یہ کیا! یہ تو پانچ چھے لڑکوں کی آوازیں ہی سنائی دی ہیں۔ پچیس لڑکوں کی کلاس ہے۔ کیا باقی کے منہ میں زبان نہیں؟ یا سانپ سونگھ گیا ہے؟ بولتے کیوں نہیں؟'' ماسٹر صاحب نے پہلے حیرت کا اظہار کیا اور پھر کئی سوالات ایک ہی سانس میں کر ڈالے۔ کلاس میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

''جو تیاری کر کے آئے ہیں وہ بیٹھے رہیں۔ باقی نالائق کھڑے ہو جائیں۔'' ماسٹر صاحب گرجے۔

چھے لڑکوں کے سوا باقی تمام لڑکے کھڑے ہو گئے۔ سب کے چہرے خوف سے زرد دِکھائی دے رہے تھے اور جسم پر لرزہ طاری تھا۔ ادھر ماسٹر صاحب کے تیور بتا رہے تھے کہ آج کسی کو معافی نہیں ملے گی۔ آج سزا مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ بید لہرایا جائے گا، جسم پر رنگ برنگے نشانات ابھریں گے۔

''ہاتھ باہر نکالو۔'' ماسٹر صاحب نے بید گھماتے ہوئے ساجد کو حکم دیا، جو اُنھیں اپنے قریب دیکھ کر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

ساجد نے ہاتھ آگے کر دیا، لیکن جوں ہی بید لہرایا اُس نے پھرتی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور بید ڈیسک پر جا لگا۔

''میرے بچے! اتنی پھرتی ریاضی میں دکھاؤ تو کیا بات ہے!'' ماسٹر صاحب نے اس پھرتیلے پن کی داد دیتے ہوئے دوبارہ بید لہرایا۔

''ماسٹر جی! بس آج مہلت دے دیں۔ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔'' ساجد گڑگڑایا۔

''مہلت کا بچہ...... کل مہلت ہی دی تھی ناں! آج کیا کر کے آیا ہے؟ چل ہاتھ باہر نکال۔'' ماسٹر صاحب کا پارہ انتہا کو چھونے لگا۔

ساجد نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ آگے کر دیے۔

تڑاخ...... تڑاخ...... تڑاخ!'' اگلے لمحے ساجد پر بیدوں کی برسات شروع ہو گئی۔ ساجد کی درگت بنتی دیکھ کر ہر نالائق کا جسم اور زیادہ کانپنے لگا۔

''چل مرغا بن جا، نالائق! ناک کٹوانے پر تلے ہوئے ہو۔ دیکھنا آج میں تمھارا وہ حال کروں گا جو بھی دیکھے گا، توبہ توبہ کرے گا۔'' ماسٹر صاحب کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ آج کی ''کارگزاری'' سے بہت ناراض ہیں۔

ساجد ہاتھ بغل میں دبائے کلاس روم کے کونے میں جا کر مرغا بن گیا۔ ماسٹر صاحب نے بغلی جیب سے ایک کالے رنگ کی پٹی نکال کر اُس کی آنکھوں پر باندھ دی۔

''اور میرے پہلوان! تیرا کیا حال ہے؟'' ماسٹر صاحب کا رُخ اب حمید ڈھول کی طرف تھا۔ اس کی موٹی جسامت اور پھولی ہوئی توند کی وجہ سے ساری کلاس اسے ''ڈھول'' کہتی تھی۔

''جج جج جی...... جی ماسٹر صاحب! جج جج جی جی!'' حمید ڈھول گڑبڑایا۔

''ججج ہی تو کر لیا ہے، اسی لیے تو ''اس'' کی زبانی ''فیصلہ'' سنا رہا ہوں۔'' انھوں نے بید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں کہتا ہوں، شرافت سے ہاتھ پیش کر۔''

حمید ڈھول نے گھبرا کر ہاتھ پیش کر دیے۔

''تڑاخ!'' پہلا بید پڑتے ہی حمید ڈھول، باؤلے اونٹ کی طرح بلبلا اٹھا۔

''ہا...... ہائے...... ہائے ہائے...... ماسٹر جی! مر گیا۔ میں تو مر گیا...... مر گیا!''

حمید ڈھول دونوں ہاتھ بغل میں دباتے ہوئے فرش پر بیٹھ گیا۔

''تو نہیں، تیرا مستقبل مر گیا! اناج کے دشمن! چل اٹھ!'' ماسٹر صاحب بید کی نوک حمید ڈھول کی پھولی ہوئی توند میں چبھوتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولے اور حمید ڈھول پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ماسٹر صاحب نے بغیر گنے اس پر بید برسانے شروع کر دیے۔ ہماری گنتی کے مطابق حمید ڈھول پندرہ عدد بیدوں کا ناشتا کرنے کے بعد خود بخود ساجد کے برابر مرغا بن گیا۔ ماسٹر صاحب نے جیب سے سیاہ پٹی نکالی اور اُس کی آنکھوں پر چڑھا دی۔

''لگتا ہے ماسٹر صاحب سزا کے طریقۂ کار کی گھر سے ہی منصوبہ بندی کر کے آئے ہیں!'' ہم نے دل ہی دل میں خود کلامی کی اور اُس کے بعد ہمارا ذہن سوچ کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ جتنی دیر میں ماسٹر صاحب نے اسلم اور سلامت کی مرمت کی اتنی دیر میں ہم سوچ چکے تھے کہ ہمیں اب کیا کرنا ہے۔ ماسٹر صاحب اب صابر کی طرف مڑ چکے تھے اور صابر کا لال گلابی چہرہ خوف کے مارے زرد سے زرد تر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کبھی ماسٹر صاحب کے چہرے کو دیکھتا اور کبھی ان کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بید کو رحم طلب نظروں سے گھورتا۔ اس کے جسم پر کپکپی طاری تھی۔

''آآآآ...... ہائے ئے ئے ئے ئے ئے ئے! اُف ف ف ف ف!

فووووو! اُف ف ف! اللہ جی ی ی ی ی ی ی!'' ہم پیٹ پکڑے اپنی جگہ پر دُہرے ہو چکے تھے۔ ماسٹر صاحب صابر کو چھوڑ کر تیزی سے ہماری طرف بڑھے۔

''کیا ہوا؟'' ماسٹر صاحب نے ہمیں استفساریہ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہم نے جواب دینے کے بجائے تکلیف کے آثار چہرے پر زیادہ گہرے کر لیے اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں پانی طلب کیا۔

''دوڑو۔ پانی لاؤ، پانی!'' ماسٹر صاحب نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پانی لانے کا کہا۔

''جی......وہ...... پیٹ......دد......در......درد!'' ہم بُری طرح تڑپنے لگے۔

''اسے باہر چارپائی پر لے چلو!'' ماسٹر صاحب کے حکم پر چار لڑکوں نے ہمیں اٹھایا اور کلاس روم سے باہر لے جا کر چوکی دار غلام علی کی چارپائی پر لٹا دِیا۔

''جیدو! دوڑ کر جاؤ اور ایک لیٹر دودھ اور ایک سیون اَپ لے آؤ! شاباش! جلدی آنا۔ لگتا ہے، الطاف کے معدے میں تکلیف پیدا ہوگئی ہے، لیکن دودھ اور سیون اَپ پینے سے اس کی ساری تکلیف دُور ہو جائے گی۔'' ماسٹر صاحب نے جیب سے پیسے نکال کر جیدو کو دیے اور جیدو چوکڑیاں بھرتا ہوا دودھ لینے روانہ ہو گیا۔

''امجد! تم دوڑ کر غلام نبی کے گھر سے پیالا لے آؤ۔ چھوٹا نہیں، بڑا والا پیالا لانا۔'' ماسٹر صاحب نے ہمارے ایک کلاس فیلو کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا۔

دودھ اور سیون اپ کا سُن کر ہم دل ہی دل میں خوش ہوئے، لیکن چہرے پر تکلیف کے آثار بدستور قائم تھے۔ تھوڑی دیر میں جیدو دُودھ لے کر واپس آ گیا۔ ہم نے داہنی آنکھ ذرا سی کھول کر اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ماسٹر صاحب اور لڑکوں کے چہروں سے فکر مندی جھلک رہی تھی اور ماسٹر صاحب کانپتے ہاتھوں سے پیالے میں دودھ ڈال رہے تھے۔ اس کے بعد اُنھوں نے دودھ میں سیون اَپ کی پوری بوتل انڈیلی اور پھر پیالا ہمارے ہونٹوں سے لگا دیا۔

''پیو......شاباش......ابھی آرام آ جائے گا۔ یہ ہمارا اجدی پشتی ٹوٹکا ہے۔''

ماسٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے ہمیں اٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔

سیون اَپ ملا دودھ پینے کے بعد ہم نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور ماسٹر صاحب نے ہمارا سر تکیے پر رکھ دیا۔

''بیٹے! اب کیسی طبیعت ہے؟'' انھوں نے ہمیں بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی...... اب کچھ...... بہتر ہوں!'' ہم نے نحیف سی آواز میں جواب دیا۔

''آج چھٹی کر لو! الطاف کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دو لڑکے اسے گھر چھوڑ آئیں اور کل سب وقت پر آ جانا۔'' ماسٹر صاحب یہ کہہ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم نیم وا آنکھوں سے انھیں جاتا دیکھتے رہے۔ جوں ہی ماسٹر صاحب نگاہوں سے اوجھل ہوئے ہم نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے چارپائی سے نیچے چھلانگ لگائی۔

''ارے، یہ سب کیا تھا!؟'' کئی آوازیں سنائی دیں۔

''ایکشن!'' ساجد مسکراتے ہوئے بولا۔

''ویل ڈن میرے شیر!'' صابر نے بھی ہمیں خوشی سے بھرپور لہجے میں داد دِی۔ چوں کہ وہ ہماری وجہ سے دھنائی سے بچ گیا تھا، اس لیے زیادہ خوش نظر آ رہا تھا۔

''ڈراما!'' اسلم نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔

''شرارت!'' سلامت بولا۔

''سیفٹی پلان!'' حمید ڈھول نے اپنی فُٹ بال نما توند پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈھیٹ پن سے قیاس آرائی کی۔

''شاباش مسٹر پلانر!'' اختر نے ہمیں خطاب سے نوازا۔

''یہ جو کچھ بھی ہوا بہت اچھا ہوا! بل کہ بہت خوب ہوا!'' اس سے پہلے کوئی اور کچھ کہتا اشرف جلدی سے بولا۔ ''الطاف کے بَروقت ایکشن کے باعث باقی سب لوگ ہڈیاں تڑوانے سے بال بال بچ گئے! ساجد، حمید ڈھول، اسلم اور سلامت کے حوصلے کو ہم سب داد دیتے ہیں جنھوں نے ماسٹر صاحب کے ''عملی غصے'' کو بڑی ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا!''

''اچھا! تو یہ چکر تھا!'' اچانک ایک آواز نے ہمارے قہقہوں کا گلا گھونٹ دیا۔ سب نے ایک ساتھ پیچھے دیکھا۔ ماسٹر صاحب کھڑے بید لہرا رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر سب کے قدموں تلے سے زمین ''سلپ'' ہو گئی اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ شرارت کے ''وہیل، برسٹ'' ہو چکے تھے۔ ''سیفٹی پلان'' ناکام ہو چکا تھا۔

''چلو سارے کلاس روم میں!''

ماسٹر صاحب نے غصے سے بید لہرایا اور ہم سب ''بھیگے بلّے'' بنے ان کے آگے آگے چل پڑے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ چھوڑیے جی! کیا کریں گے پوچھ کر۔ صرف اتنا بتانا کافی ہے کہ ''دھنائی'' کا سلسلہ وہیں سے شروع ہوا جہاں منقطع ہوا تھا اور کلاس ختم ہونے تک انیس عدد ''آنکھ بند مرغے'' کلاس میں موجود تھے۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے:

''اُستاد، اُستاد ہی ہوتا ہے!''

گرگٹ کے رنگ

انسپکٹر احمد عدنان طارق۔ فیصل آباد

افریقہ کے جنگلوں میں جتنے بھی گرگٹ تھے ان میں سب سے زیادہ اداس گرگٹ شمی تھا۔ وہ دوسرے تمام گرگٹوں کی طرح اپنا رنگ تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ شمی رنگ بدلنے کے علاوہ ہر وہ حرکت تیزی اور چالاکی سے کر سکتا تھا جو کوئی بھی دوسرا گرگٹ کر سکتا ہے۔

وہ درختوں کی نازک شاخوں کو دونوں ہاتھوں کی صرف دو، دو اُنگلیوں سے پکڑ کر اُن پر چل سکتا تھا۔ وہ اپنی تانبے کے رنگ کی آنکھوں کو چاروں سمت تیز تیز گھما سکتا تھا۔ وہ اپنی لمبی زبان کو منہ سے کوئی کیڑا یا مکھی شکار کرنے کے لیے اتنی تیزی سے باہر نکالتا تھا جیسے تیر، کمان سے نکلتا ہے۔

لیکن اس کے بھائی بہنیں اور دوست جس طرح اپنے جسم کی جلدوں کا رنگ موقع کی مناسبت سے تبدیل کر سکتے تھے، یہ شمی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اگر سبز پتوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تھے تو سبز ہو جاتے تھے۔ وہ سرخ پھولوں میں ہوتے تھے تو سرخ ہو جاتے تھے۔ وہ پیلے رنگ کی ریت پر بیٹھتے تو پیلے رنگ کے ہو جاتے، لیکن شمی کا رنگ ہمیشہ ایک ہی رہتا، یعنی مٹیالا بھورا۔

وہ رنگ بدلنے کی جتنی بھی کوشش کرتا ہمیشہ اس کا رنگ ایک ہی رہتا۔ وہی مٹیالا بھورا، لہٰذا وہ مکھیاں اور دوسرے حشرات الارض جو پتوں پر بیٹھے ہوں، کو صرف اس وقت شکار کر سکتا تھا جب وہ کسی دلدل یا کیچڑ میں بیٹھا ہو۔ وہ مجبور تھا، اس لیے زیادہ شکار نہ کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ بھوکا ہی رہتا۔

ایک دن شمی سبز پتوں میں بیٹھا ہوا مکھیوں کے شکار کی کوشش کر رہا تھا۔ پتوں کا رنگ سبز تھا، اس لیے جنگلی مکھیاں اسے آسانی سے دیکھ لیتی تھیں۔ وہ کوشش کرتا، لیکن مکھیاں اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اُڑ جاتیں۔ جب پندرہ دفعہ کوشش کرنے کے باوجود کوئی مکھی اس کے قابو میں نہ آئی تو اُس نے مایوس ہو کر زبان دانتوں میں دبالی۔

اتنے میں کسی نے اسے پکار کر کہا:

''بھائی! کیا مسئلہ ہے؟''

شمی نے آنکھیں گھما کر دیکھا۔ اس کے نزدیک درخت کی شاخ پر ایک اور گرگٹ بیٹھا ہوا تھا، جس کا نام پومی تھا۔ شمی نے بے اختیار ٹھنڈا سانس بھرا اور بولا:

''مجھے لگتا ہے کہ میرا رنگ نیلا ہو گیا ہے۔''

پومی بولا:

''لیکن تم نیلے تو نہیں لگ رہے۔ تم مٹیالے بھورے رنگ کے ہو تو پھر سبز پتوں پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟''

شمی بہت شرمندہ ہوا۔ اس نے شرمندگی سے اپنے کنچوں جیسی آنکھیں چاروں طرف گھمائیں، پھر بولا:

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

وہ دیکھیں نا!

عاطف حسین شاہ۔ چکوال

عاشر کے دونوں بازو کسی آہنی شکنجے کی زد میں تھے۔ گرفت اِس قدر مضبوط تھی کہ وہ ہلنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ عاشر کمزور سے جسم کا مالک تھا اور اُس کے مقابل ایک دیوہیکل مخلوق تھی، جو اُسے خوں خوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جلد ہی عاشر نے ہتھیار ڈال دیے اور خوف کے مارے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ عفریت کی نظروں میں اس قدر تیزی تھی کہ اُس کی بند آنکھیں بھی تپش محسوس کررہی تھیں۔ عاشر کا جسم بُری طرح سے کانپ رہا تھا۔ اُسے لگا کہ وہ اب بچ نہیں پائے گا۔ شدید خوف میں مبتلا ہونے کے باوجود تجسس اُسے مجبور کررہا تھا کہ وہ عفریت (بلا) کو ایک نظر دیکھے، اسی احساس کے تحت اُس نے زبردستی اپنی آنکھیں کھولیں۔

عاشر کو اپنے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے محسوس ہورہے تھے اور آنکھوں کے سامنے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ کمرے کی دیوار پر زیرو کا بلب نصب تھا، جس کی مدھم روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اُس مدھم روشنی میں عاشر نے عفریت کے وجود کو بہت تلاش کیا، مگر وہ اُسے کہیں دکھائی نہ دیا، البتہ اُسے محسوس ہوا کہ چنگاریاں اُگلتی ایک سرخ آنکھ غضب ناک انداز میں اُسے گھور رہی ہے۔ شاید یہ عفریت ہی تھا، وہ ششدر رہ گیا۔ سرخ آنکھ کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ ایک پل میں اُسے بھسم کرکے رکھ دے گی۔ عاشر کا دَم گھٹنے لگا۔ وہ اِس بات کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ عفریت سے مقابلہ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں۔ اچانک عفریت اُس پر حملہ آور ہوا۔ اُسے اپنا جسم تپتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تکلیف برداشت سے باہر ہوتی جارہی تھی۔ اِس سے پہلے کہ عاشر، عفریت کا ایندھن بنتا، ایک جھماکا سا ہوا اور وہ بیدار ہوگیا۔

اُس پر شدید لرزہ طاری تھا اور پورا جسم پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ جلد ہی اُس پر یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ یہ ایک بھیانک خواب تھا۔ اب وہ خوف اور حیرت کی ملی جلی کیفیت میں گھرا ہوا تھا۔ اُس نے کن اکھیوں سے اردگرد کا جائزہ لینا چاہا، مگر یہ کیا! وہی سرخ آنکھ غضب ناک انداز میں اُس پر ٹکی ہوئی تھی۔ کبھی وہ ظاہر ہوتی تو کبھی غائب ہوجاتی۔ یہ دیکھنا تھا کہ ایک فلک شگاف چیخ اُس کے منہ سے نکلی۔ چیخ کی آواز اِس قدر بلند تھی کہ اُس کی امی گہری نیند میں ہونے کے باوجود جاگ اٹھیں۔ وہ ساتھ والے کمرے سے تقریباً دوڑتے ہوئے اُس کے پاس پہنچیں۔

''کیا ہوا عاشر بیٹا؟''

امی نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے پوچھا، مگر عاشر کی زبان تو جیسے گنگ ہوچکی تھی۔ وہ جواب میں کچھ نہ بولا۔ اُس کا وجود تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھوں میں انتہا کی دہشت تھی۔

امی سے رہا نہ گیا، انھوں نے جھٹ عاشر کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ماں کی گود میں آکر عاشر پر جیسے سکون کی بارش ہونے لگی۔ جب حواس قدرے بحال ہوئے تو اُس نے اپنی انگلی کی مدد سے عفریت کی جانب اشارہ کیا۔ امی نے مشتعل نگاہوں سے فوراً اُس جانب دیکھا، مگر اُنھیں وہاں کچھ دکھائی نہ دیا۔

''گھبراؤ نہیں عاشر بیٹا! وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔'' امی پُراعتماد لہجے میں بولیں۔

''ام...... امی......! وہ دیکھیں ناں! وہ مجھے جلا ڈالے گا!'' یہ کہتے ہوئے عاشر رُو پڑا۔

اب تو امی بھی گھبرا گئیں۔ انھوں نے عاشر کو دِلاسا دیتے ہوئے کمرے کا بغور جائزہ لینا شروع کیا۔ وہ حیران تھیں کہ کمرے میں ایسی کسی شے کا وجود نہیں ہے، پھر عاشر کس چیز کو دیکھ کر یوں ڈر رہا ہے۔ یکا یک اُن

کی نظریں اُس شعلہ فشاں آنکھ سے ٹکرائیں جس کی طرف عاشر نے اشارہ کیا تھا۔ سارا معاملہ اُن کی سمجھ میں آ گیا، پھر دِل ہی دل میں انھوں نے ایک فیصلہ کیا اور عاشر کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ سب ایک وہم تھا۔ اُس رات عاشر اپنی امی کے پاس ہی سویا۔

عاشر نے جب سے پنجم جماعت کا امتحان پاس کیا تھا اُس کے سر پر ایک خواہش سوار ہوگئی تھی۔ کبھی وہ ضد کرتا تو کبھی منتیں، اُسے ہر صورت میں اینڈرائیڈ موبائل لینا تھا۔ والدین نے اُسے کافی سمجھایا، مگر اُس کی ضد نے فتح حاصل کر کے ہی دَم لیا۔ آخر ابو نے اُسے نیا اینڈرائیڈ موبائل خرید کر دے دیا۔

موبائل ہاتھ میں آنے کی دیر تھی کہ عاشر ہر وقت موبائل میں گم رہنے لگا۔ اب وہ پڑھائی سے بھی جی چُرانے لگا اور اُس کی صحت بھی خراب ہونے لگی۔ سونے کا بہانہ کر کے وہ چوری چھپے ساری ساری رات گیمز کھیلنے میں مگن رہتا۔ اُسے خون خرابے جیسی مہمات پر مشتمل گیمز بہت پسند تھے۔ اُس رات بھی وہ ایسا ہی ایک گیم کھیلتے کھیلتے سو گیا۔

بیٹری ختم ہونے کے قریب ہوئی تو سرخ رنگ کا لائٹ سینسر حرکت میں آ گیا۔ عاشر نے ایک طرف بھیانک خواب دیکھا تو دوسری طرف حقیقت میں لائٹ سینسر۔ اس خطرناک دوہری صورتِ حال نے عاشر پر بوکھلاہٹ طاری کر دی تھی۔

عفریت کا کھوج لگاتے ہوئے عاشر کی امی نے جب موبائل فون کو دیکھا تو وہ سارا معاملہ سمجھ گئیں۔ جدید دور کا یہ ایک خطرناک عفریت تھا جس نے مستقبل کے معمار کو آتش کی نذر کرنے کی کوشش کی تھی۔

عاشر کی امی ایک سمجھ دار خاتون تھیں۔ وہ اپنے لختِ جگر کو یوں تباہ و برباد ہوتا کبھی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اُنھوں عفریت کا گلا گھونٹ کر اُس سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اَگلے روز عاشر کی امی نے وہ موبائل فون مارکیٹ میں فروخت کر دیا، جس کے عوض انھیں دس ہزار روپے ملے۔ اُن دس ہزار روپوں سے امی نے عاشر کے لیے ڈھیر ساری کتابیں خرید لیں۔

شروع شروع میں عاشر نے خوب منہ بسورا، مگر رفتہ رفتہ اُسے کتابوں سے پیار ہونے لگا اور مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہونے لگا۔ وہ اب پورے ذوق و شوق سے کتابیں پڑھنے لگا۔

اب عاشر آنے والے وقت میں قوم کا حقیقی معمار بن رہا تھا۔ بلاشبہ قوم ایسے ہی معماروں پر فخر کیا کرتی ہے۔

بقیہ: گرگٹ کے رنگ

''میں رنگ تبدیل نہیں کر سکتا۔ میرے تمام بھائی بہنیں اور دوست رنگ تبدیل کر سکتے ہیں، لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میری شدید خواہش ہے کہ جس طرح ابھی میں پتوں میں ہوں تو سبز رنگ کا ہو سکوں۔''

پومی بولا:

''تم اس مسئلے کی طرف اپنی پوری توجہ نہیں دیتے۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تم اپنا مسئلہ کیسے حل کر سکتے ہو؟ ویسے ایک بات ہے کہ تم بہت طاقت وَر اور خوب صورت ہو۔''

شمی کو اِن الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ اسے بہت شرم آئی، لیکن تبھی پومی جوش سے بولا:

''دیکھا، میں کہتا تھا نا کہ تم کر سکتے ہو!''

شمی نے ایک آنکھ پومی پر ہی جمائے رکھی اور دوسری سے اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے جسم کا پورا رنگ سرخ ہو چکا تھا۔

پومی بولا:

''دیکھا، میرا خیال ہے کہ تم دل ہی دل میں شرمندہ ہوئے ہو۔''

شمی بولا:

''ہاں، بالکل۔''

پومی بولا:

''یہی تو بات ہے، تم لوگوں کے بارے میں اچھا سوچو تو تمھارا رنگ سبز ہو جائے گا۔''

شمی نے یہ سن کر کوشش کی تو واقعی وہ سبز ہو گیا۔

پھر پومی نے اسے کہا کہ وہ دل ہی دل میں اس شے کا خیال کرے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ شمی کے ذہن میں فوراً ابا کا ڈنڈا آیا اور ساتھ ہی وہ پیلا پڑ گیا، پھر وہ دل میں ناراض ہوا تو سیاہ رنگ کا ہو گیا۔ خود کو بوڑھا اور کم زور محسوس کیا تو مٹیالا ہو گیا۔

پھر پومی نے کہا:

''اب غصہ کرو، تم نیلے ہو جاؤ گے۔''

شمی نے جواب دیا:

''مجھے اتنا اچھا دوست مل گیا ہے۔ مجھے اب نیلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آؤ، شکار پر چلتے ہیں۔''

اس دن کے بعد سے شمی نے جنگلی مکھیوں کو خود پر بیٹھنے کا موقع نہیں دیا، کیوں کہ اب وہ انھیں شکار کرتے وقت اپنا پتا نہیں لگنے دیتا ہے۔

خوش خبری

مقابلۂ خوش خطی

طلبا و طالبات کے لیے انعامات جیتنے کے مواقع

بارہ مہینے بارہ انعامات

انعامات:

اول آنے پر 1000 روپے / دوم آنے پر 700 روپے

سوم آنے پر 500 روپے

مقابلے میں شریک ہونے کے لیے مندرجہ ذیل فن پارے کو لکھیے۔ جو قاری اس فن پارے کو عمدہ انداز میں لکھنے میں کام یاب ہوگیا، وہ انعام کا حق دار ہوگا۔

تو پھر دیر کس بات کی! اٹھائیے کاغذ اور قلم، کیجیے مشق......اور ہمیں جلد از جلد اِرسال کر دیجیے۔

مقابلے سے متعلق ضروری ہدایات:

☆ کمپیوٹر پیپر (A-4 سائز) صفحہ استعمال کیجیے۔

☆ فن پارے کو لکھنے کے لیے فونٹین پین، پنسل، کٹا ہوا پین اور کٹا ہوا مارکر استعمال کر سکتے ہیں۔

☆ کالی اور نیلی روشنائی استعمال کیجیے، کوئی اور رنگ بالکل استعمال نہ کیجیے۔

☆ صفحے کے چاروں جانب سے تقریباً ایک ایک اِنچ کا فاصلہ رکھ کر نمونہ تحریر کیجیے۔

زیرِ انتظام

شعبہ خوش خطی، البدر ہائر سیکنڈری اسکول

الرّحیم

نوٹ: فن پارہ ۳۱ جنوری ۲۰۲۱ء تک ہمیں موصول ہو جانا چاہیے۔ ایک فن پارہ ایک طالب علم کی طرف سے قبول کیا جائے گا۔ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا، جس پر اِعتراض قابل قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والے فن پارے مقابلے میں شریک نہیں کیے جاسکیں گے۔

عہد

احمد شیر خان ۔ لودھراں

رات کے گیارہ بج چکے تھے، مگر ڈاکٹر اُنیس کے کلینک پر اُبھی تک رش تھا۔ پچاس کے قریب مریضوں کا معاینہ ہو چکا تھا۔ درجنوں مریضوں کا چیک اپ ہونا ابھی باقی تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس پرائیوٹ کلینک پر مریضوں کے اس رش کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں کتنی شفا ہے۔ وہ ایسا نسخہ تجویز کرتے تھے جس سے مریض جلد صحت یاب ہو جاتا تھا، مگر ڈاکٹر صاحب کی فیس اتنی زیادہ تھی کہ غریب تو درکنار، متوسط طبقہ بھی گھر کا سامان بیچ کر علاج کرواتا تھا۔ اوپر سے مہنگے لیبارٹری ٹیسٹ اور مہنگی دوائیاں رہی سہی کسر پوری کر دیتی تھیں۔

''مریض نمبر باون اندر آ جائے۔'' ڈاکٹر کے کمرے کے باہر کھڑے اٹنڈنٹ نے آواز لگائی۔ ایک بوڑھا آدمی لڑکھڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔

''السلام علیکم! ڈاکٹر صاحب!'' ایک بوڑھے شخص نے اندر داخل ہوتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' ڈاکٹر صاحب شاید کوئی میڈیکل رپورٹ دیکھ رہے تھے، انھوں نے بغیر سر اُٹھائے سلام کا جواب دیا۔

''جی بزرگو! بتائیں کیا مسئلہ ہے آپ کو۔'' ڈاکٹر صاحب نے سر اُٹھا کر پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب نہ پوچھیں، میں بہت تکلیف کا شکار ہوں۔ جوڑوں میں شدید درد رہتا ہے اور ہر وقت بخار کی حالت میں رہتا ہوں۔'' بوڑھے شخص نے اپنی بیماری کی تفصیل بتائی۔

''بابا جی! آپ کے مرض کا صحیح پتا لیبارٹری ٹیسٹ سے چلے گا۔ میں یہ کچھ ٹیسٹ تجویز کر دیتا ہوں۔ ٹیسٹ کے نتائج آنے کے بعد دَوائی تجویز کروں گا۔'' ڈاکٹر صاحب نے ٹیسٹ تجویز کیے اور یہ تاکید کی کہ جو ٹیسٹ انھوں نے لکھے ہیں صرف اسی لیبارٹری سے ٹیسٹ کروانے ہیں۔ اگر کسی اور لیبارٹری سے ٹیسٹ کروائے تو میں ذمے دار نہ ہوں گا، کیوں کہ کئی لیبارٹریوں کے ٹیسٹ کے نتائج صحیح نہیں آتے۔

''جی بہت اچھا!'' بوڑھا گھبرائی آواز میں بولا۔

''اور ہاں، دو ہزار روپے فیس جمع کروادیں مجھے۔'' ڈاکٹر صاحب، بوڑھے کی طرف دیکھ کر بولے۔

''بات یہ ہے ڈاکٹر صاحب! میرے پاس کل آٹھ سو روپے ہیں۔ ابھی لیبارٹری ٹیسٹ کے پیسے بھی دینے ہیں اور میڈیکل اسٹور سے دوائی بھی خریدنی ہے۔'' بوڑھا شخص روہانسے انداز میں بولا۔

''تو بابا جی! پھر آپ سرکاری ہسپتال میں جا کر اپنا چیک اپ کروائیں۔ جب آپ کے پاس پیسے نہیں تھے تو پھر یہاں آپ کیا لینے آ گئے ہیں!'' ڈاکٹر صاحب خاصے سخت لہجے میں بولے۔

''ڈاکٹر صاحب! میں گیا تھا سرکاری ہسپتال، انھوں نے جو دوائی دی تھی وہ مجھے راس نہیں آئی، بل کہ الٹا اُس سے میری طبیعت اور بگڑ گئی ہے۔'' بوڑھا شخص غم زدہ لہجے میں بولا۔

''تو بابا جی! میں کیا کروں پھر؟'' ڈاکٹر صاحب لاپروائی سے بولے۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ دن کے وقت سرکاری ہسپتال میں بیٹھتے ہیں، میں وہاں پر آپ سے چیک اپ کروالوں گا۔'' بوڑھا آدمی یہ کہہ کر اُٹھنے لگا اور دِل میں ہلکی سی امید بھی رکھی کہ شاید ڈاکٹر صاحب بلالیں اور کہہ دیں کہ بابا! کوئی بات نہیں، آپ غریب ہیں تو کیا ہوا! پیسے نہیں تو کوئی بات نہیں۔

ہم ڈاکٹر تو ہوتے ہی مسیحا ہیں اور ہمارا کام ہی غریبوں کی خدمت کرنا ہے۔

''بابا جی! میں روزانہ سرکاری ہسپتال نہیں جاتا اور اگر جاتا بھی ہوں تو بھی وہاں پر مریضوں کا اِتنا رش ہوتا ہے کہ میں تمام مریض چیک نہیں کر پاتا، اس لیے وہاں آنے کی زحمت مت کیجیے گا۔'' یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بوڑھے آدمی کو باہر جانے کا اشارہ کردیا۔

ڈاکٹر صاحب نے لگ بھگ رات کے ساڑھے بارہ بجے تک تمام مریض چیک کرلیے۔

......☆......

''آج قریباً ۵۴ ٹیسٹ تجویز کیے ہیں اور میرے حصے کہ ۲۰ ہزار روپے بنتے ہیں، وہ بھجوادیں۔'' ڈاکٹر صاحب نے لیبارٹری کے فون نمبر پر کال کرکے کہا۔

''جی ٹھیک ہے، صبح آپ کے اکاؤنٹ میں رقم بھیج دی جائے گی۔'' لیبارٹری والے نے متانت سے جواب دیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے میڈیکل اسٹور والے کا نمبر ملایا اور اپنے حصے کا مطالبہ کیا۔ میڈیکل اسٹور والے نے بھی اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ صبح ہوتے ہی آپ کا کمیشن آپ کے اکاؤنٹ میں منتقل کردیا جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے کلینک بند کروایا اور خواب گاہ میں چلے گئے۔ نیند کی دو گولیاں کھائیں اور لمبی تان کر سو گئے۔

اگلے دن ڈاکٹر صاحب ایک بہت ہی معروف پرائیویٹ اسکول میں بطورِ مہمانِ خصوصی مدعو تھے۔

تقریب کا آغاز ہوا اور آخر میں ڈاکٹر صاحب کو طالب علموں اور اُن کے والدین سے خطاب کے لیے مدعو کیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب فخر سے اٹھے اور خطاب کا آغاز کیا:

''پیارے بچو! میں لمبی چوڑی تقریر نہیں کروں گا، بس مختصر سی نصیحت کروں گا۔ مجھے آپ بچوں میں سے بہت سے ایسے بچے نظر آرہے ہیں جو مستقبل کے ڈاکٹر ہوں گے اور مسیحا بن کر لوگوں کی خدمت کریں گے۔

پیارے بچو! میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا، جب آپ اس شعبے سے وابستہ ہوجائیں تو آپ غریبوں کا مفت علاج کیجیے گا اور کسی غریب کی بددُعا مت لیجیے گا۔ غریبوں کی خدمت کرکے جو قلبی سکون ملتا ہے اس کا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ امید ہے آپ میری یہ نصیحت یاد رکھیں گے جب آپ پروفیشنل لائف میں آئیں تو......''

اچانک ڈاکٹر صاحب کی نگاہ والدین والی نشستوں پر پڑی۔ کل رات والا بوڑھا بیٹھا ان کی تقریر بڑے انہماک سے سن کر مسکرا رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کے پاؤں سے جیسے زمین نکل گئی۔ پریشانی کی وجہ سے پسینے کے قطرے ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر واضح ہونے لگے اور ٹانگوں کی تھرتھراہٹ بھی صاف محسوس ہونے لگی۔ اچانک ان کی حالت بہتر ہوگئی۔ ایسا لگتا تھا کہ شاید اُنھوں نے دل میں عہد کرلیا ہے کہ ان باتوں پر وہ خود بھی عمل کریں گے۔ آج کے بعد وہ سکون کی گولیاں کھا کر نہیں سوئیں گے، بل کہ کسی غریب کا مفت علاج کرکے، کسی غریب کے آنسو پونچھ کر اور اُسے سکون پہنچا کر خود بھی سکون سے سوئیں گے۔ یقیناً وہ دل ہی دل میں یہ عہد کرچکے تھے کہ اب وہ خود بھی مسیحا بن جائیں گے۔

تین کا اچار کے درست جوابات

۱. ''چار'' کام ''انسان'' کو ''روزانہ'' کرنے چاہییں: خود سیکھنا، اوروں کو سکھانا، خالق کی عبادت کرنا، مخلوق کی خدمت کرنا۔

۲. ''چاہت''، ''الفت''، ''رغبت''، یہ تینوں ہم قافیہ بھی ہیں اور تقریباً ہم معنی بھی۔

۳. ''چین''، ''امریکا'' اور ''روس''، یہ تینوں ملک دنیا کے بڑے ممالک میں شمار ہوتے ہیں۔

۴. ''چارہ'' فارسی کا لفظ ہے، ''اچار'' ہندی کا، جب کہ ''ریچارچ'' انگریزی کا، مزے کی بات یہ ہے کہ تینوں میں لفظ ''چار'' ہے۔

۵. ''چیل'' ایک پرندہ ہے، ''اونٹ'' ایک چرندہ ہے اور ''ریچھ'' ایک درندہ ہے۔

۶. ''چوراسی'' میں سے ''اسّی'' نکالیں تو ''چار'' رہ جاتے ہیں۔

انجام

مولانا محمد نعمان طارق گڑنگی۔ کراچی

بکر بن عبداللہ کہتے ہیں ایک نیک شخص کسی بادشاہ کا مقرب اور وفادار تھا۔ وہ بادشاہ کے جوتوں کا اِنتظام کرتا تھا۔ بادشاہ بھی اس کی نیکوکاری اور پرہیزگاری کی وجہ سے اس سے محبت کرتا تھا۔ وہ جب بھی بادشاہ کی محفل میں آتا تو اُسے عموماً یہ نصیحت کرتا:

''اپنے محسن کے ساتھ اس کے احسان کی وجہ سے اچھا سلوک کرو، رہا بُرائی کرنے والا تو اُس کی برائی ہی اسے ختم کرنے کے لیے کافی ہے۔''

درباریوں میں سے ایک شخص کو اُس سے حسد تھا۔ اس کی ایک ہی خواہش تھی کہ بادشاہ کو اُس شخص سے بدظن کر دیا جائے، تاکہ وہ نیک شخص، بادشاہ کا مقرب نہ رہے۔ اس نے اس کے لیے بے شمار تدابیر اختیار کیں، لیکن ہر ایک میں ناکام رہا۔

آخر ایک دن موقع پا کر اُس نے بادشاہ کے کان بھرے کہ یہ شخص جو آپ کا نہایت مقرب ہے، حقیقت میں آپ کا بدخواہ ہے۔ اس نے لوگوں کے درمیان آپ کے خلاف کئی باتیں مشہور کر رکھی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے منہ سے نہایت گندی بدبو آتی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا:

''تمھارے پاس اس الزام کا ثبوت کیا ہے؟''

حاسد بولا:

''آپ اس شخص کو شام کے وقت بلوائیں اور اپنے قریب کریں۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ یہ شخص اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے گا، تاکہ آپ کے منہ کی بدبو نہ سونگھ سکے۔''

بادشاہ نے کہا:

''تم جاؤ، ہم خود اس کی تصدیق کر لیں گے۔''

وہ حاسد وہاں سے اٹھا، اس آدمی کے پاس گیا اور اُسے کھانے کی دعوت دی اور کھانے میں جان بوجھ کر پیاز اور لہسن جیسی بُودار چیزیں شامل کیں۔ اس بے چارے کو حاسد کی چال کا قطعی علم نہیں تھا۔ اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر بادشاہ کے دربار میں گیا۔ بادشاہ نے اُسے اپنے قریب آنے کو کہا۔ جب وہ قریب آیا تو اُسے اور قریب آنے کے لیے کہا۔ جب وہ بادشاہ کے بہت زیادہ قریب ہوا تو اُس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

اب بادشاہ کا شک یقین میں بدل گیا۔ اس نے یقین کر لیا کہ یہ شخص واقعی میرا مخلص نہیں ہے۔ اس نے قلم دوات منگوایا اور اپنے ہاتھ

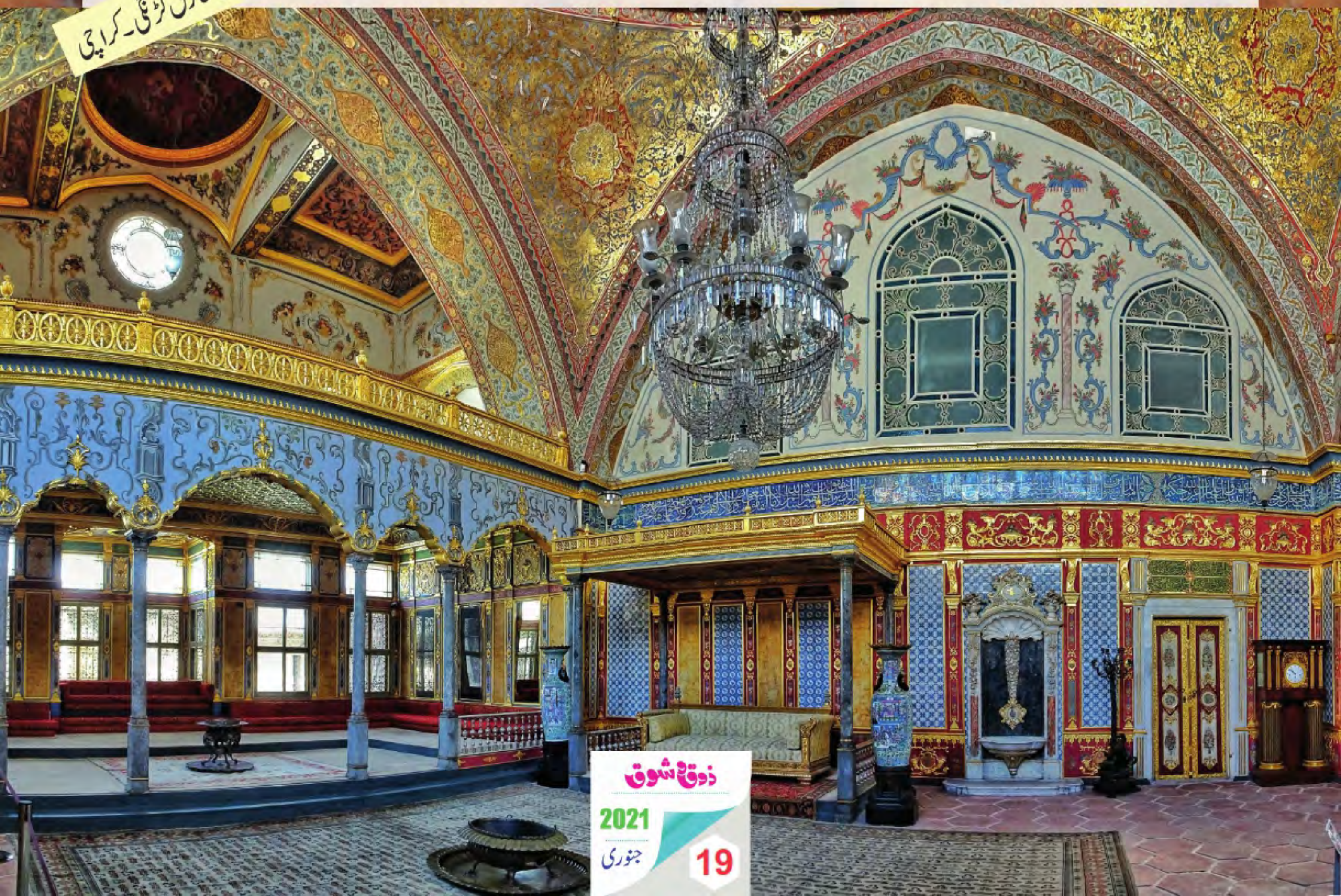

سے اپنے کسی عامل کے نام یہ فرمان تحریر کیا:

''یہ حامل رقعہ جب تمھارے پاس پہنچے تو اُسے قتل کر دینا اور اُس کی کھال اتار کر اُس میں بھس بھر کر میرے پاس روانہ کر دینا۔''

بادشاہ کے متعلق مشہور تھا کہ جب بھی وہ کسی کو کوئی گراں قدر انعام یا عطیہ دیتا تو اُس کا فرمان اپنے ہاتھ سے ہی لکھتا۔

یہ شخص جب فرمان لے کر دربار سے باہر نکلا تو وہ حاسد اُسے دروازے کے پاس ہی مل گیا۔

اس نے پوچھا:

''یہ کیا لے کر جا رہے ہو؟''

اس آدمی نے جواب دیا:

''بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا ہے۔''

یہ سنتے ہی حاسد کی رال ٹپکنے لگی۔ وہ سمجھا کہ شاید بادشاہ نے اپنی عادت کے مطابق انعامی رقم لکھی ہوگی۔ اس نے نہایت ہی لجاجت اور چاپلوسی سے عرض کیا کہ یہ شاہی فرمان مجھے دے دو۔

اس آدمی نے کہا:

''جاؤ، اب یہ خط تم لے جاؤ۔''

حاسد خوشی خوشی یہ فرمان لے کر اُس عامل کے پاس گیا۔

خط پڑھتے ہی عامل نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو رسیوں سے جکڑ دو۔

اس نے کہا:

''میں انعام حاصل کرنے کے لیے آیا تھا۔''

عامل نے کہا:

''وہ بھی جلد ہی تمھیں مل جائے گا۔''

پھر خط کے مضمون سے اس حاسد کو واقف کرایا تو وہ چیخ و پکار کرنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ فرمان بادشاہ نے میرے لیے نہیں، بل کہ فلاں شخص کے لیے لکھا تھا۔ چاہیں تو بادشاہ سے پوچھ لیں۔

عامل نے کہا:

''بادشاہ کے خط کا پوچھا نہیں جاتا۔

پھر اُسے قتل کر کے اس کی چمڑی ادھیڑ کر اُس میں بھس بھر کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

اگلے دن نیک آدمی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اپنی عادت کے مطابق بولا:

''اپنے محسن کے ساتھ اس کے احسان کی وجہ سے اچھا سلوک کرو، رہا بُرائی کرنے والا تو اُس کی برائی ہی اسے ختم کرنے کے لیے کافی ہے''۔

بادشاہ نے اسے دیکھ کر پوچھا:

''کیا تم ابھی تک زندہ ہو، جب کہ میں نے کل تمھارے قتل کا فرمان لکھا تھا؟''

اس نے ماجرا سنایا تو بادشاہ نے کہا:

''اس شخص نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم میرے بارے میں کہتے ہو کہ میرے منہ سے بدبو آتی ہے۔ سچ کیا ہے؟''

اس نیک شخص نے کہا:

''حاشا وکلا! میں نے تو ایسی بات کبھی نہیں کی۔''

بادشاہ نے کہا:

''اچھا پھر کل جب میں نے تمھیں بلایا تھا تو تم نے اپنے منہ پر ہاتھ کیوں رکھ لیا تھا؟''

وہ کہنے لگا:

''بادشاہ سلامت! حقیقت تو یہ ہے کہ کل اس شخص نے مجھے کھانے کی دعوت دی، جس میں مجھے خوب لہسن وغیرہ کھلایا۔ میں نے ہاتھ اس لیے منہ پر رکھ لیا تھا کہ کہیں آپ کو اُس کی ناگوار بُو سے تکلیف نہ ہو۔''

بادشاہ نے کہا:

''تم سچ کہتے ہو۔ تم اپنی ڈیوٹی پر واپس چلے جاؤ۔ رہا تمھارے ساتھ برائی کرنے والا تو وہ خود اپنی بُرائی کے انجام کو پہنچ چکا ہے۔''

میری ماں میری زندگی ہے

سیدہ عروج فاطمہ۔ ملتان

"یار! کل وقت پر پلاٹ پر حاضر ہو جانا، اکثر تمھاری وجہ سے میچ تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔" فرقان نے سنجیدگی سے کہا۔

"امی ہر وقت مجھ پر نظر رکھتی ہیں اور سچ پوچھو تو اِس سب سے مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔ میں بچہ تو نہیں ہوں نا! میٹرک کا طالب علم ہوں اور بڑا ہو گیا ہوں، جو چاہوں کر سکتا ہوں۔" حامد نے گیند کو مضبوطی سے تھام لیا تھا اور غصے کے سبب اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"میرے دوست! دنیا بہت حسین ہے۔ اب اپنی امی کی گود سے باہر نکل آؤ۔" فرقان نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد قہقہہ لگایا۔

......☆......

"میرے بچے! میری جان! کتابوں سے دوستی کر لو۔ یہ کبھی بھی تم سے بے وفائی نہیں کریں گی۔ اپنی ماں کو اور کتنا پریشان کرو گے؟ تمھارے بابا جان بھی تمھاری وجہ سے بہت پریشان رہتے ہیں۔

بیٹا! تم اسکول ماسٹر کے بیٹے ہو، تمھیں تو زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ اپنی ماں کو مزید غم نہ دو، تم مجھے بے حد عزیز ہو۔" حامد کی والدہ ہاجرہ بیگم نے حامد کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں نے میری زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے۔ شکر ہے کہ بابا جان میرے اسکول کے ٹیچر نہیں ہیں، ورنہ ایک ہی شکل بار بار دیکھ کر میں بور ہو جاتا۔ دل تو کرتا ہے کہ ان کتابوں کو آگ لگا دوں۔ آج اہم میچ ہے جو کہ شروع بھی ہو چکا ہو گا اور میں یہاں بیٹھ کر آپ کا لیکچر سن رہا ہوں۔" حامد نے بڑی بے رُخی سے اپنی والدہ سے بات کی۔

......☆......

"تم اب آئے ہو اور میں یہاں اتنی دیر سے تمھارا اِنتظار کر رہا ہوں۔" فرقان نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"بس یار! کیا بتاؤں، تم تو سب جانتے ہو۔ پہلے ہی موڈ بہت خراب ہے۔ چلو اَب میچ شروع کرتے ہیں۔" حامد کھیل کے میدان میں آنے کے بعد اَب گھر کی کوئی بھی بات یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حامد اور فرقان کی ٹیم جیت گئی۔ فرقان نے اس خوشی میں پلاٹ میں ہی لڑکوں کو کھانے کی دعوت دی۔

"یار! قورمہ، نان اور کولڈ ڈرنک، یہ سب انتظام تم نے اکیلے کیسے کر لیا؟" حامد نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ سب مفت پڑتا ہے۔" فرقان نے اپنی اس بات سے حامد کو مزید حیرت میں مبتلا کر دیا۔

"وہ کیسے؟" حامد حقیقت جاننا چاہ رہا تھا۔

"پڑھائی چھوڑنے کے بعد چوریاں شروع کر دی تھیں اور اَب تو مجھے اس کام میں بہت مہارت حاصل ہو گئی ہے۔" فرقان نے فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی سکھاؤ یہ کام۔" حامد نے اس نئے کام میں دل چسپی ظاہر کی۔

"تم تو میرے اچھے دوست ہو، تمھیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ آہستہ آہستہ تم سب سیکھ لو گے۔ آج بھی میرا دل چاہ رہا ہے کہ کہیں چوری کروں۔ وہ جو سامنے کپڑوں والی دکان ہے، رات کو ہم دونوں کو آ کر اُسے لوٹ لیں گے۔ اس آدمی کی دکان پر رَش بہت ہوتا ہے اور مجھے یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ ہمارے علاقے میں نیا آیا ہے، لیکن آتے ہی چھا گیا ہے۔" فرقان نے حامد کو غلط راستہ دکھایا۔

"ٹھیک ہے، میں یہاں رات کو آ جاؤں گا۔" حامد نے رضامندی ظاہر کی۔

رات کے پچھلے پہر جب حامد کے گھر والے گہری نیند سو چکے تھے حامد نے دبے پاؤں گیٹ سے باہر قدم رکھا۔ دل زور سے ایسے دھڑک رہا تھا کہ جیسے روک رہا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی بھی وقت ہے، واپس چلے جاؤ لیکن حامد کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ چکی تھی۔ وہ جب دکان کے پاس پہنچا تو اپنے دوست فرقان کو دیکھ کر اُس کا حوصلہ بڑھ گیا۔

"تم تالا کھولو، میں آس پاس کا جائزہ لیتا ہوں کہ کوئی کہیں ہمیں دیکھ نہ لے۔" فرقان نے چابی حامد کے جانب بڑھائی۔

"چور...... چور...... چور......" فرقان کی آواز سُن کر حامد چونک گیا۔

کالونی کے چوکی دار کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حامد بوکھلا گیا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ سب آخر ہو کیا رہا ہے۔

"بھیا! یہ لڑکا چور لگتا ہے، شاید اِس دکان میں چوری کرنے آیا ہے۔" فرقان نے حامد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا، جسے خود فرقان لے کر آیا تھا، لیکن چوکی دار کو یہاں آتا دیکھ کر سارا اِلزام اکیلے حامد پر لگا دیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 30 پر

ڈر سے بچاؤ

معتصم الٰہی جان۔شیخوپور

''معظم بیٹا! میں ذرا سلائی کا سامان لینے بازار جا رہی ہوں۔ تم رئیس کا خیال رکھنا۔''

امی جان نے معظم کے پاس آ کر کہا۔

یہ بات رئیس نے بھی سن لی، وہ دوڑتا چلا آیا۔

''امی جان! مجھے بھی اسکول کا کچھ سامان لینا ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔''

''رئیس! تم امی جان کو چیزیں بتا دو، وہ خود لے آئیں گی۔'' معظم ڈرتے ڈرتے بولا۔

''نہیں نہیں، میں بھی ساتھ جاؤں گا۔''

''ارے بیٹا! ایک گھنٹے کی ہی تو بات ہے! تم دوستوں کے ساتھ کہیں نکل مت جانا۔'' امی جان نے معظم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے، لیکن جلدی آ جائیے گا، مجھے......'' یہ کہتے کہتے معظم رُک گیا۔ امی جان نے بھی اس بات پر توجہ نہ دی۔

......☆......

''ارے یہ کیا! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟'' امی جان اور رئیس جب گھر میں داخل ہوئے تو معظم کو دروازے کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

''اور یہ دروازہ کیوں کُھلا ہوا ہے؟ کیا تم شہر کے حالات سے واقف نہیں ہو، آئے دن کتنی وارداتیں ہو رہی ہیں؟''

''جانتا ہوں۔'' معظم نے مختصر سا جواب دیا اور کمرے میں چلا گیا۔

رئیس تو ابھی چھوٹا تھا، اس لیے اس بات پر غور نہ کیا، مگر امی جان سوچنے پر مجبور ہو گئیں۔

معظم اور رئیس، بھائی ہیں۔ ان میں بڑا معظم ہے، جس کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ ہے۔ ان کے والد صاحب آج سے تقریباً سات سال پہلے ایک ٹریفک حادثے میں ربِ کریم کو پیارے ہو گئے تھے۔ وہ ایک پرائیویٹ ایجنسی میں کام کرتے تھے۔ ان کی موت کے بعد امی جان نے انھیں ماں اور باپ، دونوں کا پیار دیا اور کبھی بھی انھیں باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ وہ ایک نیک دل اور ہنرمند عورت ہیں۔ شوہر کی وفات کے بعد اُنھوں نے سلائی کڑھائی کا کام شروع کر لیا ہے۔ محلے کی عورتیں واقف کار ہیں، اس لیے پورا محلہ کپڑے انھی سے سلواتا ہے اور پیسے بھی اچھے دیتے ہیں۔

انھوں نے اپنے بچوں کی پرورش بہت اچھے انداز میں کی ہے۔ بچے بھی باکردار اور اپنی ماں کا کہنا ماننے والے ہیں۔

......☆......

اندھیری رات میں صدیوں پرانے صنوبر کے درخت کسی خون آشوب عفریت کی طرح کھڑے تھے۔ پورے جنگل میں خوف کی حکمرانی تھی۔ وہ خود کو اِن درختوں کے درمیان پا کر کچھ حیران ہوا، پھر اَچانک پیچھے سے چیختی آواز سُن کر ڈر اُس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

''میں تمھیں کھا جاؤں گا، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔''

اس نے بڑی مشکل سے پیچھے مڑ کر دیکھا ہی تھا کہ یکا یک چمگادڑوں کا ایک غول اس کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے دوڑنا مناسب سمجھا، مگر اَبھی وہ بمشکل چند قدم ہی بھاگا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنا وزن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔ آواز بدستور آ رہی تھی:

''میں تمھیں کھا جاؤں گا، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔''

''مجھے چھوڑ دو، مجھے مت مارو۔''

اس نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے

کوئی سفید سا سایہ اس کے پیچھے کھڑا بول رہا ہے۔ اس میں ہمت نہ تھی کہ وہ اپنا سر اُٹھا سکے۔ اس وقت اسے گھر کی یاد آنے لگی۔

''میں تمھیں کھا جاؤں گا، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔'' چیختی آواز اُس کے اور قریب آ چکی تھی اور اُس کا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

......☆......

''بھیا، بھیا! آنکھیں کھولیں۔''

رئیس، معظم کو جھنجوڑ رہا تھا، مگر معظم کی زبان سے مسلسل یہ الفاظ نکل رہے تھے:

''مجھے چھوڑ دو، مجھے مت مارو۔''

''بھیا! اُٹھیں، کیا ہو گیا ہے آپ کو؟''

اتنے میں امی جان بھی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئیں۔

''کیا ہوا اِسے؟''

''پتا نہیں امی جان! میں سویا ہوا تھا کہ اچانک بھائی کی آواز سُن کر اٹھ گیا۔''

''اچھا رئیس! تم جاؤ، پانی لاؤ۔''

امی جان نے رئیس کو کہا اور معظم پر کچھ پڑھ کر پھونکنے لگیں۔ پہلی پھونک میں ہی معظم جاگ اٹھا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اتنے میں رئیس پانی لے آیا اور اُس نے گلاس معظم کو دے دیا۔

''معظم بیٹا! کیا ہوا تھا؟ آپ یہ کیا بول رہے تھے؟''

امی جان نے معظم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''وہ...... امی جان! میں...... جنگل میں تھا...... اور...... کوئی مجھے...... مارنے والا تھا۔'' معظم نے آہستہ آہستہ جملہ مکمل کیا۔

''کچھ نہیں تھا۔ شاید تم کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے۔ اب سکون سے سو جاؤ، صبح بات کریں گے۔''

......☆......

فجر کی نماز کے بعد امی جان نے معظم کو اَپنے پاس بلایا اور اُس سے نرمی سے پوچھا:

''بیٹا! اب بتاؤ، کیا کوئی پریشانی ہے۔ تم آج کل اتنا ڈرے ہوئے کیوں رہتے ہو؟''

''وہ امی جان! جب پچھلے ہفتے ہم خالہ کے گھر گئے تھے تو علی بھائی نے مجھے خوف ناک کہانیوں کی ایک کتاب دی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہت دل چسپ کہانیاں ہیں اور اِنھیں پڑھنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ میں نے ان سے کتاب لے لی تھی۔''

''تو کیا تم نے وہ کتاب پڑھ لی؟''

''جی ہاں، میں نے تو دو دِن میں ہی مکمل پڑھ لی تھی۔ اسی دن سے مجھے کسی کا اپنے پیچھے چلنے کا خوف سا رہتا ہے۔''

''ہمم...... میں سمجھ گئی۔'' امی جان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''تم ڈراؤنی کہانیاں پڑھ کر ایسا محسوس کر رہے ہو، مطلب یہ کہ تمھیں جنات وغیرہ سے ڈر لگنے لگا ہے۔''

''جی امی جان! جنات سے تو میں ڈرتا ہی ہوں۔'' معظم معصومیت سے بولا۔

''حالاں کہ تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ جنات کو بھی اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔'' امی جان کچھ دیر ٹھہریں، پھر دوبارہ گویا ہوئیں:

''ہاں، اگر جنات تنگ کریں تو ہمیں ان سے بچنے کے لیے اسلام نے طریقے بتائے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جو شخص صبح آیت الکرسی پڑھے وہ شام تک جنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جو اُسے شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک ان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

(مستدرک حاکم: 562/1)

میں نے تمھیں آیت الکرسی تو یاد کرائی ہے نا! بیٹا! تمھیں چاہیے کہ تم اسے جنات سے بچاؤ کے لیے صبح شام پڑھو۔''

''تو کیا آیت الکرسی پڑھنے سے میرا خوف ختم ہو جائے گا؟''

''بالکل جاتا رہے گا، کیوں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زبان سے نکلی ہر بات سچی ہے اور جب آپ یہ یقین کر لو گے کہ اب میں جنات سے محفوظ ہوں تو اُن کا ڈر اور خوف خود ختم ہو جائے گا۔''

''امی جان! مجھے تو آیت الکرسی یاد ہے۔ ان شاء اللہ! میں اب اسے ضرور پڑھوں گا۔'' معظم نے پُرجوش ہو کر کہا۔

''شاباش میرا بیٹا!''

امی جان کو یقین ہے کہ معظم اب اس ڈر سے خود کا بچاؤ اچھے طریقے سے کر سکے گا۔

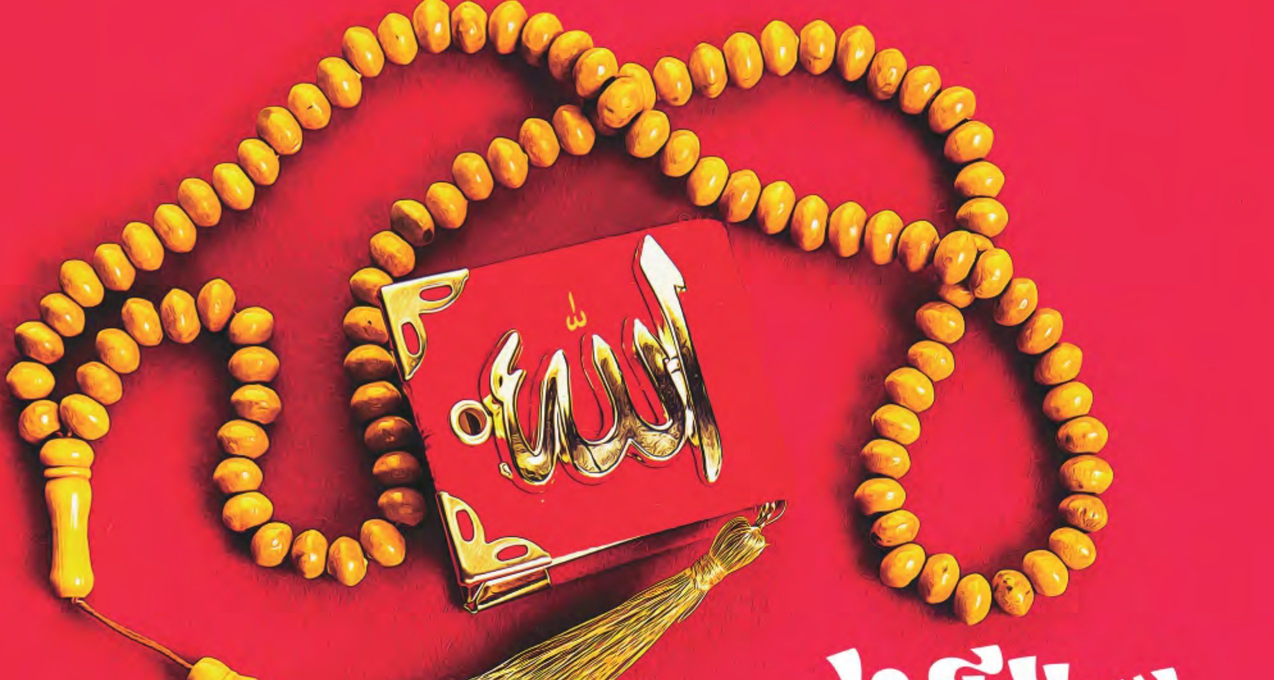

سوال آدھا جواب آدھا ۱۶

الطاف حسین ۔ کراچی

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱، جنوری تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو انعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ ''سورۂ محمد'' پارہ نمبر 26 (حٰم) میں ہے...... بتائیے ''سورۂ رحمٰن'' کس پارے میں ہے؟

۲ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی محترمہ کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا...... بتائیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانی محترمہ کا کیا نام تھا؟

۳ طارق بن زیاد نے 711ء میں اُندلس (موجودہ اسپین) فتح کیا تھا...... بتائیے اسلامی تاریخ کے کمسن سپہ سالار محمد بن قاسم نے کس سن عیسوی میں سندھ فتح کیا تھا؟

۴ خلافتِ بنواُمیّہ کے دورِ حکومت میں ''دمشق'' (شام) کو دارالخلافہ کا درجہ حاصل تھا...... بتائیے خلافتِ بنوعباس کے دورِ حکومت میں کس شہر کو دارالخلافہ کا درجہ دیا گیا تھا؟

۵ ''جناح انٹرنیشنل ایئر پورٹ'' (کراچی) پاکستان میں واقع ہے...... آپ یہ بتائیے کہ کوئی جہاز ''پرنس محمد بن عبدالعزیز انٹرنیشنل ایئر پورٹ'' پر اُترے تو وہ سعودی عرب کے کس شہر میں ہوگا؟

۶ میجر محمد طفیل (نشانِ حیدر) ''لکشمی پور'' مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے محاذِ جنگ پر 2 اگست 1958ء کو شہید ہوئے تھے...... بتائیے میجر محمد اکرم (نشانِ حیدر) کس محاذِ جنگ پر شہید ہوئے تھے؟

۷ ''پانچ دریاؤں کی سرزمین'' صوبہ پنجاب (پاکستان) کو کہا جاتا ہے...... بتائیے ''عظیم دریاؤں کی سرزمین'' کس ملک کو کہا جاتا ہے؟

۸ 1946ء میں ''ڈچ ایسٹ انڈیز'' کا نیا نام ''انڈونیشیا'' رکھا گیا تھا...... آپ یہ بتائیے کہ 1991ء میں ''تُرکمانیہ'' کو کون سا نیا نام ملا تھا؟

۹ انسانی ہاتھ میں 8 ہڈیاں ہوتی ہیں...... آپ یہ بتائیے کہ انسان کی رِیڑھ کی ہڈی کتنی ہڈیوں سے مل کر بنتی ہے؟

۱۰ ''آگ پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے'' اردو زبان کی ایک مشہور ضربُ المثل ہے، جس کا مطلب ہے ''دو مخالف چیزیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں''...... بتائیے ''آگ کہتے منہ نہیں جلتا'' کا کیا مطلب ہے؟

شگوفے

قارئین

☆ایک صاحب نے پہلوان سے پوچھا:

''تم ایک وقت میں کتنے آدمی اٹھا سکتے ہو؟''

''کم سے کم دس آدمی۔'' پہلوان نے فخریہ انداز میں جواب دیا۔

''بس......! تم سے اچھا تو ہمارا مرغا ہے، جو صبح صبح پورے محلے کو اُٹھا دیتا ہے۔''

(محمد جواد۔کراچی)

☆ایک شخص کو کرائے کا مکان چاہیے تھا۔ وہ اس سوچ میں گم دریا کے کنارے پہنچا، جہاں اسے ایک تربوز ملا۔ اس نے اسے کاٹ کر دو ٹکڑے کیا تو تربوز کے اندر سے ایک جن نکلا اور اُس نے کہا:

''کیا حکم ہے میرے آقا!؟''

اس شخص نے کہا: ''مجھے ایک کرائے کا مکان دلوا دو۔''

جن ہنستا ہوا بولا: ''آقا! اگر کرائے کا مکان اتنی آسانی سے ملتا تو میں تربوز کے اندر کیوں رہتا۔''

(وریشہ یوسف۔کراچی)

☆ایک مکھی کسی گنجے کے سر پر بیٹھی تو دوسری مکھی نے پوچھا:

''تم نے اتنا بڑا گھر بنا لیا؟''

پہلی مکھی: ''ابھی گھر کہاں بنایا ہے، ابھی تو صرف پلاٹ ہے۔''

☆ڈاکٹر: ''آپ کا وزن کتنا ہے؟''

مریض: ''چشمے کے ساتھ ۷۵ کلو۔''

ڈاکٹر: ''اور چشمے کے بغیر؟''

مریض: ''چشمے کے بغیر مجھے نظر ہی نہیں آتا۔''

(ماہ نور۔حیدرآباد)

☆مریض (ڈاکٹر سے): ''میں جب بھی کافی پیتا ہوں تو آنکھ میں بہت تیز اور تکلیف پہنچانے والا درد محسوس ہوتا ہے، اس کا کیا علاج ہے؟''

ڈاکٹر: ''بہت آسان علاج ہے، بس کافی پینے سے پہلے چمچہ کپ سے نکال لیا کریں۔''

(ضحیٰ بنت محمد شعیب۔رحیم یار خان)

☆ایک بوڑھی خاتون نے دروازے کی اوٹ سے بھکاری کو باسی روٹیاں دینے کے بعد پوچھا:

''روٹیاں دے تو دی ہیں، اب کیوں کھڑے ہو؟''

''انھیں ہضم کرنے کے لیے ہاضمے کی گولیاں بھی دے دیں۔'' بھکاری نے معصومیت سے جواب دیا۔

☆ایک چیونٹی بھاگی بھاگی کہیں جا رہی تھی۔ راستے میں ایک چوہا ملا۔

''بی چیونٹی! کہاں جا رہی ہو؟'' چوہے نے پوچھا۔

''بھائی چوہے! ہاتھی کا حادثہ ہو گیا ہے، اسے خون دینے جا رہی ہوں۔'' چیونٹی نے جواب دیا۔

(فرخندہ مطلوب۔پپلاں)

☆ایک صاحب شادی میں گئے۔ کھانا زیادہ کھا لیا۔ حالت بُری ہو گئی اور وہیں لیٹ گئے۔ یار دوستوں نے کہا:

''آئیں! آپ کو گھر چھوڑ آتے ہیں۔''

''زیادہ کھانے کی وجہ سے مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔'' ان صاحب نے کراہتے ہوئے کہا۔

ایک دوست: ''تو آپ کو چورن کھلا دیتے ہیں۔''

وہ صاحب (کراہتے ہوئے): ''اگر چورن کی جگہ ہوتی تو دو نوالے اور نہ کھا لیتا۔''

(لائبہ مطلوب۔پپلاں)

☆ایک چور مکان میں داخل ہوا۔ تجوری پر لکھا تھا:

دائیں طرف لگا بٹن دبائیں۔

چور نے ایسا ہی کیا تو سائرن بج اٹھا اور چور پکڑا گیا۔

عدالت میں جج نے پوچھا:

''کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

چور نے افسردہ لہجے میں کہا:

''میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دنیا بہت دھوکے باز ہے۔''

(محمد اشفاق۔آزاد کشمیر)

میرے مولیٰ!

ارسلان اللہ خان۔ حیدر آباد

کرونا سے ہم کو بچا میرے مولیٰ!
بہت ہے بُری یہ وبا میرے مولیٰ!

نہیں اس کا حل کوئی نکلا ابھی تک
ہمیں اس کا حل کر عطا میرے مولیٰ!

ہوئے سارے اسباب ناکام اپنے
ہے تیرا فقط آسرا میرے مولیٰ!

گناہوں پہ بے باک جو ہوگئے ہم
اُسی کی ملی ہے سزا میرے مولیٰ!

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلے سے تو معاف کر دے
ہوئی ہم سے جو بھی خطا میرے مولیٰ!

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہمیں سنّتوں پر چلا دے
اسی میں ہے اپنی بقا میرے مولیٰ!

کرونا کی آفت میں کوئی بھی انساں
کبھی بھی نہ ہو مبتلا میرے مولیٰ!

تجھے ہی پکاریں گے تُو ہی سُنے گا
تجھی کو ہیں دیتے صدا میرے مولیٰ

پڑے ہیں جو بیمار اس وائرس میں
سبھی کو تو دے دے شِفا میرے مولیٰ!

کبھی میرے مالک کرونا کے جیسی
نہ آئے کوئی ابتلا میرے مولیٰ!

کرونا کی آفت کو تو دور کر دے
یہ ہے ارسلاںؔ کی دعا میرے مولیٰ!

جھوٹوں کے جھوٹے ۱۲

۲۔ اسود عنسی

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

اس دوران میں مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسود عنسی اپنے سپہ سالار قیس مرادی سے ناراض ہو چکا ہے، لہٰذا وہ کسی بھی روز اُسے قتل کروا سکتا ہے، اس لیے مسلمانوں نے قیس سے ملاقات کی۔ ان ملاقاتوں کا بھی اسود عنسی کو اپنے مؤکل جن کے ذریعے علم ہوگیا۔ اسود نے قیس کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اُسے اپنے دربار میں بلالیا۔

قیس کو پچھلی ملاقات اچھی طرح یاد تھی، اس لیے وہ اپنے ساتھ دس سپاہی لے گیا۔

”اپنے سپاہیوں کو باہر بھیج دو۔“ اسود عنسی نے قیس کو حکم دیا۔

”تم لوگ باہر جاؤ۔“ قیس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ساتھ ہی انھیں اشارہ کردیا کہ اگر اُنھیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوتو فوراً یہاں آجائیں۔

”کیا میں نے تمھیں پہلے ہی خبردار نہیں کردیا تھا کہ تم میرے قتل کی سازش نہ کرو، مگر تم پھر بھی باز نہیں آئے اور مسلمانوں سے ملاقات کی۔“ سپاہیوں کے باہر جاتے ہی اسود نے قیس سے پوچھا۔

”حضور والا! میں آپ کا سچا جاں نثار ہوں۔ میں نے آپ کے قتل کا منصوبہ نہیں بنایا۔ اگر آپ مجھے مجرم سمجھتے ہیں تو مجھے قتل کرڈالیے۔“ قیس نے پہلے کی طرح عیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ”بل کہ میں آپ کے مقدس ہاتھوں پر اپنے گندے خون کا الزام کیوں لگاؤں۔ آخر آپ میرے نبی ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے سپاہیوں کو بلا کر حکم دیتا ہوں کہ وہ مجھے آپ کی آنکھوں کے سامنے قتل کردیں۔ اس طرح آپ کا کام بھی ہوجائے گا اور آپ کے ہاتھ بھی آلودہ نہیں ہوں گے۔“

قیس نے اس کے علاوہ بھی چاپلوسی کی باتیں کر کے اسود کو مطمئن کیا۔ اس کی باتیں سن کر اُسود عنسی جیسا شاطر شخص بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوگیا۔ اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا:

”قیس! اب مجھے فرشتے نے مشورہ دیا ہے کہ قیس کو قتل نہ کیا جائے، بل کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں، اس طرح یہ لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے گا۔“

غالباً اس دوران میں کوئی بدذات جن، اسود کے پاس موجود ہوگا، جس نے اسود کو یہ مشورہ دیا ہوگا۔

”حضور والا! مجھے آپ کے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، مگر آپ اس فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ اگر آپ نے میرے ہاتھ کٹوا دیے تو آپ کے قریبی لوگ کیا سوچیں گے کہ ایک جاں نثار شخص کو اُس کی وفاداری کا یہ صلہ ملا ہے، کہیں بعد میں ہمیں بھی ہماری وفاداریوں کا یہی صلہ تو نہیں ملے گا۔ یہ سوچ کر ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ جائیں۔“ قیس نے بڑے ہی مدلل انداز میں کہا۔

”ہاں، کہتے تو تم ٹھیک ہو۔“ اسود نے جواب میں کہا۔

”میں اس بارے میں کچھ سوچتا ہوں۔ ابھی تک تو مجھے ایک ہی فرشتے نے یہ خبریں دی ہیں کہ تم میرے قتل کی سازش کے لیے مسلمانوں سے ملے ہو۔ اگر مجھے کسی دوسرے فرشتے نے بھی مجھے تمھارے بارے میں یہی خبر دی تو میں تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔ ویسے بھی فرشتوں کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔“

یہ سن کر قیس کی جان میں جان آئی کہ جان کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی بچ

گئے۔ اس نے فوراً اسود عنسی کو سلام کیا اور اُس سے اجازت لے کر واپس چل دیا۔ اب اس کے دل میں اسود کے قتل کا خیال مزید پختہ ہو گیا تھا۔

قیس کے جاتے ہی اسود عنسی نے اپنے آپ کو محل میں بند کر لیا اور اپنی حفاظت کے انتظامات سخت کر لیے۔ وہ اپنے احکامات محل سے ہی جاری کرنے لگا۔ کبھی کبھار وہ خود بھی محل سے باہر نکل کر آتا اور اپنے لوگوں پر اپنے (جعلی) نبی ہونے کا رُعب جھاڑتا۔

......☆......

دوسری طرف آزاد کے دونوں بھائیوں نے اسے اعتماد میں لیتے ہوئے یقین دلایا کہ اگر وہ ان کی مدد کرے تو وہ دونوں بھائی آزاد کو اسود عنسی کی قید سے نجات دلا سکتے ہیں۔

حشنس نے آزاد سے کہا:

''تم جانتی ہو کہ اسود نے تمھارے شوہر کو قتل کر کے زبردستی تمھیں اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح اسے ٹھکانے لگا دیا جائے اور اس کام میں تم ہماری مدد کرو۔''

حشنس کی بات سن کر آزاد نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! آسمان اور زمین کے درمیان مجھے اس شخص سے زیادہ ناپسند کوئی نہیں ہے۔ میں اس کام میں تمھاری مدد ضرور کروں گی۔''

''تم ہمیں اس کے تمام معمولات کے بارے میں اچھی طرح دیکھ بھال کر اطلاع کرو، تاکہ ہم اس کے حساب سے اپنی حکمت عملی ترتیب دے سکیں۔'' حشنس نے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ اب تم جاؤ، کہیں اسود نہ آ جائے۔ ویسے بھی اسے فوراً اطلاع مل جاتی ہے اور اَب تک وہ تم لوگوں کو صرف میری وجہ سے ہی برداشت کر رہا ہے۔'' آزاد نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

حشنس اس کی بات سن کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اسود عنسی آ گیا اور آزاد سے کہنے لگا: ''وہ تمھارا بھائی حشنس کہاں ہے؟ چلا گیا ہے یا پھر اُسے تم نے چھپا دیا ہے۔ میں تمھارے بھائیوں کو صرف تمھاری وجہ سے برداشت کر رہا ہوں۔''

''وہ چلا گیا ہے، اور ہاں! اب آپ کو اُنھیں زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑے گا، کیوں کہ وہ دونوں ویلم جا رہے ہیں۔ آپ کے فرشتوں نے آپ کو بتایا نہیں کیا؟ یوں تو آپ کو پل پل کی خبر مل جاتی ہے۔'' آزاد نے اسود کی بات سن کر جواب دیا۔

''اگلی بار جب اپنے بھائیوں سے ملو تو اُن سے کہنا کہ اگر وہ مجھ پر ایمان لے آئیں تو میں اُنھیں ویلم میں اپنا نگران بنا دوں گا۔'' اسود عنسی نے آزاد کے سامنے ایک پیش کش رکھی۔

یہ بات سن کر آزاد کھل اٹھی، کیوں کہ اس سے پہلے اسود نے آزاد کو اُس کے بھائیوں سے ملنے سے منع کر دیا تھا، مگر اَب اسود نے خود ہی انھیں اجازت دے دی تھی۔ اس طرح آزاد بآسانی اپنے بھائیوں سے مل سکتی تھی۔ اسود بھی اسے خوش دیکھ کر خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ اپنے بھائیوں کو مراعات ملنے کی وجہ سے خوش ہو رہی ہے۔

......☆......

عمرو بن حزم اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہما یمن کے حالات کی سنگینی کے باعث اسود عنسی کے جھوٹے دعویٰ نبوت اور یمن پر قبضہ کرنے کی اطلاع لے کر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ یمن کے حالات کے پیش نظر اَسود عنسی کو خفیہ یا اعلانیہ جنگ کر کے روکا جائے۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں شدید بیمار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے باعث ہی اسود عنسی نے یمن پر قبضہ کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ملنے پر یمن کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، چناں چہ مسلمانوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ فوجی لشکر بنانے کے بجائے خفیہ طریقے سے اسود عنسی کو ٹھکانے لگایا جائے۔

مسلمانوں نے فیروز، حشنس اور قیس سے رابطہ کیا اور اُنھیں بتایا کہ مدینہ منورہ سے کیا حکم آیا ہے۔

''میں تو جنگ کا آدمی ہوں، حملہ کرنا جانتا ہوں، منصوبہ بندی میرے بس کی بات نہیں ہے، لہٰذا آپ لوگ منصوبہ بنائیں، میں اس پر پوری طرح آپ کا ساتھ دوں گا۔'' قیس نے مسلمانوں سے کہا۔

فیروز نے مسلمانوں کو بتایا کہ ان کی بہن آزاد اِس معاملے میں ان کی مدد کرے گی اور چند دن میں تمام معلومات مہیا کرے گی۔ اس کی دی ہوئی معلومات کی روشنی میں ہی مسلمان کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔

چناں چہ سب لوگ صحیح وقت کا انتظار کرنے لگے۔

......☆......

ایک روز فیروز کو آزاد نے بلوا لیا اور اُسے ساری معلومات فراہم کرتے

ہوئے بتایا:

''اسود نے محل کے گرد پہرہ کافی سخت کر دیا ہے، اس لیے محل کے پیچھے سے نقب لگا کر ہی داخل ہوا جا سکتا ہے۔''

اس کے بعد آزاد نے فیروز کو اسود کی خواب گاہ دکھائی اور کہنے لگی:

''محل کے اندر کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ رات کو میں اس کے کمرے کا دروازہ کسی طرح کھلا رکھوں گی۔ تم اندر آ کر اُسے قتل کر دینا۔''

ابھی وہ دونوں یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ اسود وہاں آ گیا۔ اس نے فیروز کو مارتے ہوئے کہا:

''میں نے تم دونوں بھائیوں کو محل میں آنے سے منع نہیں کرہے کیا؟''

اس کی بات سن کر آزاد نے واویلا مچاتے ہوئے کہا:

''چند دن پہلے ہی تو آپ نے مجھے میرے بھائیوں سے ملنے کی اجازت دی تھی۔ آج جب اتنے دنوں کے بعد وہ میرے بلانے پر آیا ہے تو اُس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔''

آزاد کی بات سن کر اسود عنسی خاموش ہو گیا، کیوں کہ کچھ دن پہلے ہی اس نے انھیں آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ شرمندہ ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فیروز بھی واپس آ گیا۔

......☆......

رات کے وقت فیروز اور اُس کے ساتھی محل کے پیچھے سے نقب لگا کر محل میں داخل ہوئے۔ یہ جگہ اسود عنسی کی خواب گاہ کے قریب تھی۔ اس معاملے میں قیس نے ان کی مدد کی تھی۔ محل میں داخل ہو کر فیروز اپنے ساتھیوں کو خواب گاہ کے باہر چھپنے کا کہتے ہوئے بولا: ''تم لوگ یہیں رکو، میں اندر جاتا ہوں۔ اگر کوئی آ گیا تو تم اس کا کام تمام کر دینا۔''

فیروز کے ساتھی اِدھر اُدھر چھپ گئے اور فیروز اکیلا ہی اسود عنسی کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ آزاد بھی وہیں موجود تھی۔ اسود عنسی کے خراٹے سنائی دے رہے تھے۔ ایسے میں فیروز اُسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ابھی فیروز اُسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ اسود جاگ گیا۔ اسے اس کی حفاظت پر معمور شیطانی جن نے جگا دیا تھا۔

''فیروز! واپس چلے جاؤ۔'' اسود عنسی نے فیروز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، مگر فیروز نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا، کیوں کہ اگر اُس کی بات پر عمل کرتا تو بعد میں زندہ نہ بچتا۔ ویسے بھی وہ تو جان ہتھیلی پر رکھ کر اسود کو قتل ہی کرنے آیا تھا۔

فیروز چھلانگ لگا کر اُس کے پاس پہنچا اور اُس کی گردن ایک داؤ لگا کر خاص انداز میں پکڑ کر مروڑ دی۔ فیروز اِس داؤ کا ماہر تھا۔ ایک عرصے تک وہ اس داؤ کی مشق کرتا رہا تھا۔ فیروز کے اس داؤ سے اسود عنسی کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے منہ سے خرخر کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اسے چھوڑ کر باہر جانے لگا تو آزاد نے کہا:

''اس کا قصہ تو تمام کرو۔''

فیروز مسکراتے ہوئے کہنے لگا: ''یہ اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اب یہ زندہ نہیں بچے گا، اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔''

اس کے بعد فیروز باہر نکل آیا۔ آزاد وہیں کھڑی رہی۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار کسی شخص کو مرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر میں اسے خیال آیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اس کی زندگی اجیرن کر دی تھی، اس لیے وہ مکمل طور پر سنبھل گئی۔ اسود عنسی کے منہ سے نکلنے والی خرخر کی آواز بلند ہو کر سناٹے میں گونجنے لگی۔ پہرے دار وہاں آ کر اندر جانے لگے۔

''رک جاؤ، نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ انھیں تنگ مت کرو۔'' آزاد نے انھیں اندر جانے سے روک دیا۔

پہرے دار یہ بات سن کر واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد حشنس وہاں آیا۔ اس نے دیکھا کہ اسود عنسی ابھی تک تڑپ رہا ہے تو اُس نے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

اس کے بعد حشنس اور فیروز اپنی بہن آزاد کو وہاں سے لے کر چلے گئے، کیوں کہ جیسے ہی اسود عنسی کے قتل کی خبر پھیلتی تو وہ آزاد کو بھی تنگ کرتے اور ممکن ہے کہ اسے قتل کر ڈالتے۔ اس کے علاوہ اگر وہ اسے کچھ نہ بھی کہتے تو بھی بعد میں آزاد کو محل سے نکالنا بہت مشکل کام تھا، اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ اپنی بہن کو ساتھ لے کر ہی جائیں۔ کچھ ہی دیر میں فجر کی اذان ہونے لگی، مگر تمام غازی وہاں سے جا چکے تھے۔

اگلے دن جیسے ہی محل میں یہ معلوم ہوا کہ جھوٹا نبی قتل ہو گیا ہے اور آزاد بھی غائب ہے تو وہ بپھر گئے۔ ان کا دھیان فوراً فیروز اور حشنس کی طرف گیا۔

اسود کے ساتھیوں نے صنعاء میں ہنگامہ آرائی شروع کر دی، لیکن مسلمان تو پہلے ہی جنگ کے لیے تیار تھے۔ انھوں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بعد مشورے سے خفیہ طور پر یہ کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس لیے اسود کے ساتھیوں کے حملے کا خوب جواب دیا۔

قیس مرادی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جب تک قاتل نہیں پکڑے جاتے کوئی سخت قدم نہیں اٹھانا۔ اس کے علاوہ اس نے حکومت کے بھی تمام معاملات سنبھال لیے۔ کچھ عرصہ تک تو حکومتی معاملات میں تصادم رہا، مگر پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حکومت پر اِتفاق کرلیا گیا۔ تمام لوگ مسلمان ہونے لگے اور اُنھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز بھی پڑھی۔

ایک قاصد کو آپ ﷺ کی طرف مدینہ منورہ دوڑایا گیا، تاکہ وہ یہ خوش خبری آپ ﷺ کو سنا سکے۔

جس روز اَسود عنسی قتل ہوا اُس روز آپ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ پوری خبر سنادی گئی تھی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا:

''کیا تمھیں معلوم ہے کہ یمن میں ایک شخص اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقرار کیا، کیوں کہ عمرو بن حزم اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ آکر یہ خبر دے چکے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''گزشتہ رات اسود مارا گیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا:

''یارسول اللہ! وہ کس کے ہاتھ سے ہلاک ہوا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایک مسلمان کے ہاتھ سے جو ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اس خوش نصیب کا نام کیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''فیروز۔''

اس کے چند روز بعد آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اُنھیں یہ خبر ملی کہ اسود اُس صبح ہی قتل ہوا تھا جس صبح آپ ﷺ نے اس کے قتل کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں اہل یمن کو خط لکھا، جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے جھوٹے نبی اسود عنسی لعنۃ اللہ علیہ کے قتل پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

......☆......

(ماخذ: جھوٹے نبیوں کا انجام (سید ارتضی علی کرمانی)

بائیس جھوٹے نبی (نثار احمد خان فتحی)

جھوٹے نبی (ابوالقاسم رفیق دلاوری)

بقیہ: میری ماں میری زندگی ہے

''یہ جھوٹ بول رہا ہے، یہ منصوبہ اسی کا تھا۔'' فرقان نے ہمت یک جا کرکے بولنے کی کوشش کی۔

ذرا سی دیر میں وہاں بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور حامد کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔

پورے محلے میں یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ ماسٹر اَکرم کا بیٹا چور ہے۔ کچھ دنوں بعد حامد رِہا ہوگیا، لیکن اپنے اس عمل پر وہ اس قدر شرمندہ تھا کہ سارے راستے اپنے والد صاحب سے کوئی بھی بات نہ کرسکا۔ گھر واپس آیا تو اپنی امی جان کی غیر موجودگی سے اور پریشان ہوگیا۔

''بابا جان! مجھے معاف کردیں! میں نے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ پلیز بتائیں کہ امی جان کہاں ہیں؟'' حامد اپنے والد کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

''تمھاری والدہ تمھاری وجہ سے ہسپتال میں داخل ہیں۔'' حامد کے بابا جان نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''بابا جان! مجھے امی جان کے پاس لے جائیں۔ میں بہت بُرا لڑکا ہوں۔ میں نے اچھا نہیں کیا ہے۔ میں امی جان سے بھی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔'' حامد اب زاروقطار رو رہا تھا۔

ہسپتال میں آنے کے بعد حامد کو بے حد شرمندگی محسوس ہورہی تھی، کیوں کہ وہی اس سب کا ذمے دار تھا۔

''میرے بچے! تم ٹھیک تو ہونا؟ تمھاری جدائی نے مجھے بیمار کردیا ہے۔ اب مجھے یوں چھوڑ کر مت جانا۔'' حامد کی والدہ نے روتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ مجھ سے خفا نہیں ہیں؟'' حامد حیران تھا کہ اتنی جلدی معافی کیسے مل گئی ہے۔

''نہیں میری جان! ماں اپنے بچوں سے کبھی بھی خفا نہیں ہوتی، لیکن اولاد جب نافرمانی کرتی ہے تو بے حد اَذیت ملتی ہے۔ تب ہی تو میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ اب دوبارہ کبھی بھی ایسا کوئی کام نہیں کروگے۔'' ہاجرہ بیگم نے اپنا ہاتھ حامد کی جانب بڑھایا، جسے حامد نے مضبوطی سے تھام لیا۔

''میری ماں زندگی میری زندگی ہے اور میں دوبارہ کبھی اپنی ماں کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

حامد نے اپنی والدہ کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

مسیحا

ش۔م۔دانش۔پائی خیل

میں اس وقت وہیں چل رہا ہوں جہاں میں روز چلتا ہوں۔ پہلے پہل میں آہستہ آہستہ چلتا تھا،لیکن آج کل میں تیز بھی چل سکتا ہوں،لیکن تیز چلنے سے زیادہ مجھے ٹہلنے میں مزہ آتا ہے۔اس طرح اردگرد کا جائزہ بھی لیا جاسکتا ہے اور میں تو ٹہلتا ہی اسی لیے ہوں۔

میرے قدموں کے نیچے زمین نہیں ہے، بل کہ ریلوے لائن کی پٹڑی ہے۔ مجھے بچپن سے ہی ریلوے لائن کی پٹڑی پر چلنے کا شوق تھا، اب میں نے اپنا یہ شوق پورا کر ہی لیا ہے۔ پہلے پہل تو بہت مشکل پیش آتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ شروع شروع میں، میں پٹڑی پر صرف چار، پانچ قدم چل پاتا تھا اور پھر پھسل جاتا تھا، لیکن اب تو میں جہاں تک چاہوں چل سکتا ہوں۔

میرے دائیں طرف ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ کچھ فاصلے پر درختوں کا طویل سلسلہ ہے۔ ان درختوں کے پتے روزانہ نیچے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن ایک بات پر میں حیران ہوں کہ پھر بھی میں نے انھیں کبھی ٹنڈ منڈ نہیں دیکھا۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں پتے گرتے ہیں، لیکن مجال ہے کہ کبھی ان کے سایوں میں فرق پڑا ہو، ویسے ہی گھنے اور سایہ دار رہتے ہیں سارا سال۔ ہاں، کبھی کبھار کوئی درخت کسی لکڑہارے کے ہتھے چڑھ جائے تو اُس کا سایہ تقریباً ختم ہی ہوجاتا ہے۔

اگر پٹڑی پر چلتے چلتے کبھی مجھے دوپہر ہوجائے تو میں انھی سایہ دار درختوں کے نیچے آرام کرتا ہوں۔

میرے بائیں طرف وہی منظر ہے جو روز ہوتا ہے۔ جماعت ہشتم کے کچھ آوارہ لڑکے کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ آج بھی وہی لڑکا بیٹنگ کر رہا ہے پیلی شرٹ والا۔ یہ لڑکا روزانہ بیٹنگ کر رہا ہوتا ہے اور باؤلنگ بھی وہی لڑکا کر رہا ہے روزانہ والا، اس کی شرٹ سرخ ہوتی ہے۔ پہلے پہل میں ان لڑکوں کی طرف دیکھتا تھا تو پٹڑی سے پھسل جاتا تھا، لیکن اب میں اس کا عادی ہوچکا ہوں۔ اب میری نظریں لڑکوں کی طرف ہوتی ہیں اور قدم پٹڑی پر، اب میں نہیں پھسلتا۔ مجھے پتا ہے کہ جیسے ہی میں بیس قدم چلوں گا یہ لڑکے آپس میں لڑ پڑیں گے۔

یہاں ایک بات روزانہ مختلف ہوتی ہے۔ کبھی پیلی شرٹ والا آؤٹ ہوجاتا ہے اور کبھی سرخ شرٹ والے کو چھکا یا چوکا لگ جاتا ہے، لیکن جیت کا فیصلہ نہیں ہوپاتا، کیوں کہ اس کے بعد وہ لڑ پڑتے ہیں۔ وہ سبز شرٹ والا نظر آ رہا ہے نا آپ کو! وہ بے چارہ انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کرتا ہے، لیکن وہ جو نیلی شرٹ والا ہے نا! وہ کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے کہ وہ بھڑک اٹھتے ہیں۔ یہ دونوں شاید کپتان ہیں اپنی ٹیموں کے، کیوں کہ روزانہ جھگڑتے ہیں، لیکن پھر بھی انھیں ٹیم سے نہیں نکالا جاتا، دوسرے دن یہ پھر موجود ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں کپتان نہ ہوتے تو اَب تک کئی بار ٹیم سے نکل چکے ہوتے۔

لیجیے، سرخ شرٹ والے نے گیند پھینک دی ہے

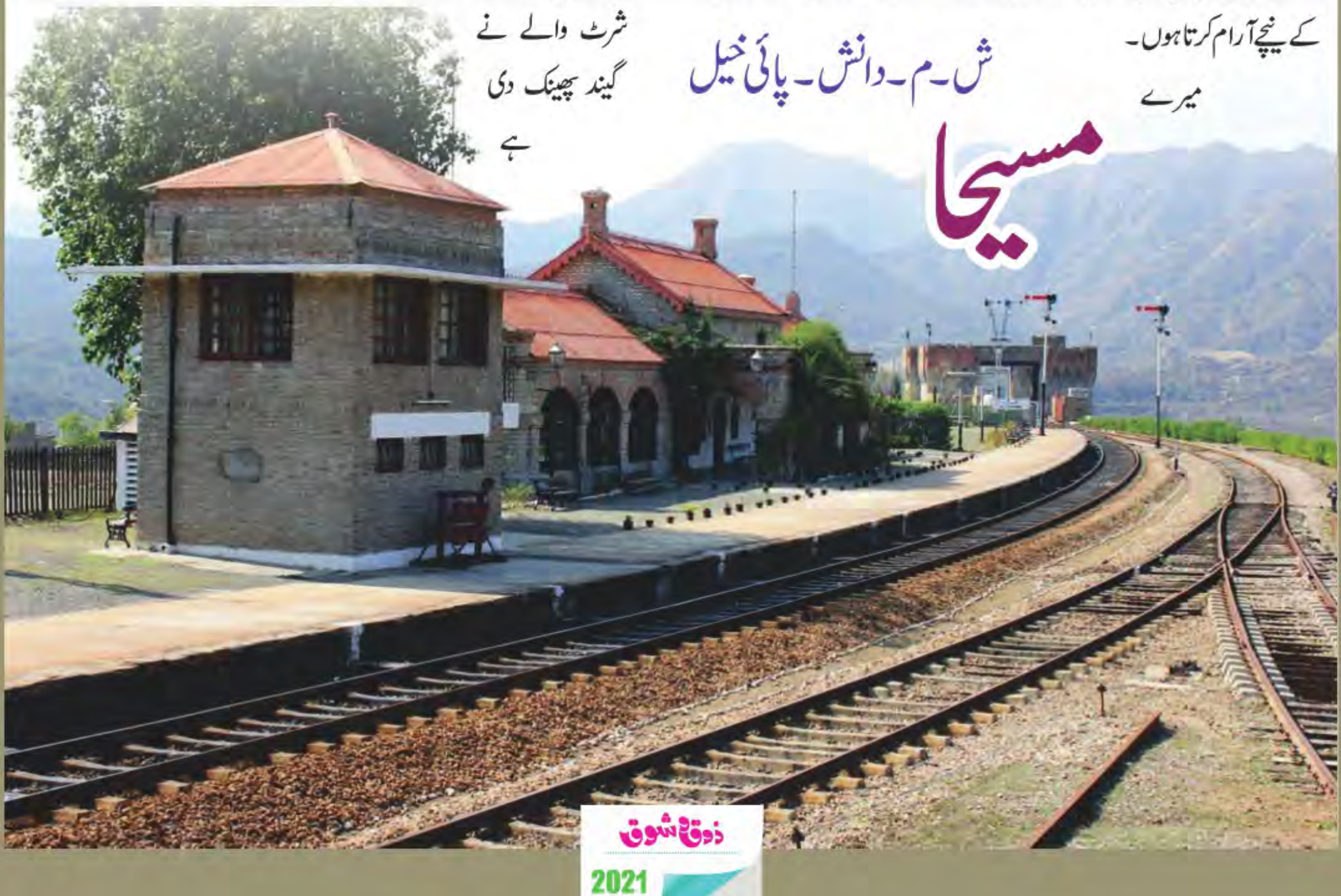

اور پیلی شرٹ والے نے ایک زوردار ہٹ لگائی ہے، لیکن یہ کیا؟ گیند بجائے باؤنڈری کی طرف جانے کے ہوا میں بلند ہوگئی ہے اور کیچ کرنے والا ہے سرخ شرٹ والا۔

ایمپائر اِس دوران میں بس مسکرا کر گیند اور فیلڈر کی طرف دیکھتا رہا ہے اور پیلی شرٹ والا کیچ ہونے کے بعد کچھ بولا ہے۔

''نو۔ بال!'' ایمپائر نے نوبال کا اشارہ کر دیا ہے۔

سرخ شرٹ والا غصے سے لال پیلا ہو رہا ہے اور اَب اس نے دھکا مار کر پیلی شرٹ والے کو گرا دیا ہے، لیکن اس کے ہاتھ سے بلا نہیں گرا، اب وہ اُٹھ چکا ہے۔ ارے! یہ کیا؟ آج تو حد ہی ہوگئی، اس نے بلا گھما کر سرخ شرٹ والے کے سَر پر مار دِیا ہے۔ پہلے تو اُن کی لڑائی باتوں تک رہتی تھی، آج پتا نہیں کیا ہوا ہے انھیں؟ اور اَب پیلی شرٹ والے کو سارے لڑکوں نے گھیر لیا ہے۔ اس کے ساتھی بھی آ رہے ہیں اور اَب تو طوفانِ بدتمیزی برپا ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے کو گالیاں دی جا رہی ہیں، وہ لڑ رہے ہیں اور میں...... میں کھڑا تماشا دیکھ رہا ہوں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مجھے یہ تماشا اچھا لگ رہا ہے، بل کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی بڑا اور طاقت وَر آدمی آ کر اِنھیں چھڑوائے، کیوں کہ میں......

میں روز سوچتا ہوں کہ آج انھیں لڑنے سے روکوں گا، لیکن میں ایسا کر نہیں سکتا۔

کاش کوئی انھیں روکے! سرخ شرٹ والے کو لڑکے اٹھا کر لے جا رہے ہیں، شاید وہ چل نہیں پا رہا اور پیلی شرٹ والا، وہ ان کی مخالف سمت میں بھاگ رہا ہے۔ ادھر سے دو لڑکے آ رہے ہیں۔ ارے! یہ تو اُسی اسکول کے لڑکے ہیں، ایک نہم میں اور دوسرا دہم میں پڑھتا ہے، کافی غصے میں لگ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرخ شرٹ والا کوئی رشتے دار ہے ان کا۔

ارے! یہ تو چاقو اُٹھائے آ رہا ہے جو دہم میں پڑھتا ہے۔ وہ پیلی شرٹ والے کو رُکنے کے لیے کہہ رہا ہے، لیکن وہ بھاگ رہا ہے۔ یہ دونوں بھی آستینیں چڑھائے اس کے پیچھے ہیں، اور اَب پیلی شرٹ والا رُک گیا ہے، کیوں کہ سامنے سے اس کے دونوں بھائی آ رہے ہیں۔ وہ مجھ سے کافی دور ہیں، مجھے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی، البتہ وہ چاروں کافی غصے میں لگتے ہیں اور اَب وہ ایک دوسرے سے بھڑ گئے ہیں۔

ارے، ایک بزرگ آتے دکھائی دے رہے ہیں مجھے۔ اب صلح ہو جائے گی، کیوں کہ یہ بزرگ ٹائپ مخلوق صلح کرانے کی ماہر ہوتی ہے۔ انھوں نے طرفین کو روک دیا ہے۔ پیلی شرٹ والا اپنے گھر کو اور دوسرے اپنے گھر کو چل پڑے ہیں۔ کتنا اچھا کام کیا ہے انھوں نے، یہ بزرگ تو اُن سب کے لیے ایک مسیحا بن کر آئے ہیں۔

میں پھر چل پڑا ہوں۔ وہ بچہ آج پھر موجود ہے جو روز گھر سے اسکول جانے کے لیے نکلتا ہے، کیوں کہ اس کے پاس بستہ بھی ہوتا ہے، لیکن یہاں آ کر وہ درختوں کے نیچے بیٹھ کر کھیلتا رہتا ہے۔ میں اسے سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم یہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اسکول جاؤ، تاکہ پڑھ لکھ کر کچھ نام کماؤ، والدین اور ملک کا نام روشن کرو، لیکن وہ میری بات کیسے سمجھے گا؟ اور آج اس کا باپ آ گیا ہے کہیں سے، وہ اسے مار رہا ہے اور اُسے اسکول لے کر جا رہا ہے۔ وہ بچہ اپنے باپ کو ظالم سمجھ رہا ہوگا، لیکن وہ اصل میں اس کا خیر خواہ ہے۔

پتا نہیں ریل کی پٹڑی پر چلتے ہوئے مجھے اتنا مزہ کیوں آتا ہے؟ اب تھوڑا آگے ایک پُل ہے، جو ریلوے لائن کے نیچے سے پانی گزارنے کے لیے بنایا گیا تھا، لیکن آج کل کاریں، موٹر سائیکل، گدھا گاڑیاں وغیرہ بھی اس پل کے نیچے سے گزرتی ہیں۔ اس پل کی اونچائی پندرہ بیس فٹ ہے۔ پہلے پہل میں اس پر سے گزرتے ہوئے بہت ڈرتا تھا، کیوں کہ اگر نظر نیچے پڑ جائے تو ٹانگیں کانپنے لگ جاتی ہیں اور بندہ بدحواس ہو جاتا ہے۔ اتنی بلندی سے گرنے کا مطلب ہے اپنی ہڈی پسلی ایک کروانا، لیکن اب میں اس پل سے گزرنے کا عادی ہو گیا ہوں، اس لیے اب ڈر نہیں لگتا اور میں زیادہ نیچے دیکھنے سے بھی گریز کرتا ہوں۔

لیجیے پل آ پہنچا، لیکن آج میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آج کا دن شاید بہت اچھا دن ہے، کیوں کہ آج سب کو اُن کے مسیحا مل گئے ہیں۔ کرکٹ کھیلنے والے لڑکے اب دوبارہ شاید کبھی نہیں لڑیں گے، کیوں کہ انھیں بزرگ مسیحا نے سمجھا دیا ہوگا کہ لڑائی کتنی بُری چیز ہے اور وہ چھوٹا بچہ جو اِسکول نہیں جاتا تھا، وہ بھی اب روز اِسکول جائے گا، کیوں کہ اس کا باپ بھی تو مسیحا بن کر اُسے لینے آیا تھا۔

اور میں...... میں انھی سوچوں میں گم نہ جانے کب ریلوے پل پر پہنچ چکا ہوں، مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ مجھے تو اَب اندازہ ہوا ہے جب، جب میرا پاؤں پھسل چکا ہے اور میں نیچے گر رہا ہوں۔

بیس فٹ کی بلندی سے گرنے میں بھی ایک بات مزے کی ہے، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں ہوا میں اُڑ رہا ہوں، لیکن زمین پر گرتے ہی مجھے زبردست چوٹ لگی ہے۔ میں کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن کھڑا نہیں ہو پا رہا۔ مجھے چوٹیں کافی آئی ہیں، شاید ایک پاؤں کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی ہے، کیوں کہ میں کوشش کے باوجود نہیں اٹھ پا رہا۔

اور اَب میں کسی مسیحا کا انتظار کر رہا ہوں، شاید اُن لڑکوں کی طرح مجھے بھی کوئی مسیحا مل جائے، لیکن چوں کہ میں ایک جانور ہوں، اس لیے فی الحال تو کوئی مسیحا دُور دُور تک نظر نہیں آ رہا، لیکن میں منتظر ہوں۔

شاید کوئی آ ہی جائے۔

''سر! یہ دوائی آپ کو ہمارے اسٹور سے بھی نہیں ملی تو پھر آپ کو یہ صرف 'ارحم میڈیسن کمپنی' سے ہی ملے گی، کہیں اور سے نہیں ملے گی۔''

''ارحم میڈیسن کمپنی! مگر وہ ہے کہاں؟'' میں نے سوال کیا۔

''وہ سر! جیسے ہی آپ ہسپتال سے باہر نکلیں گے تو سڑک کی دوسری جانب آپ کو سامنے ہی نظر آجائے گی، بل کہ وہاں سے آپ کو دوائی یہاں کی بنسبت سستی مل جائے گی۔'' ہسپتال کے میڈیکل اسٹور پر موجود لڑکے نے کافی تفصیل سے جواب دیا۔ میں نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہسپتال کے باہر کی طرف کا رُخ کر لیا۔

یہ تو میری میڈیسن کمپنی کا نام ہے۔ کیا یہاں بھی اس نام کی میڈیسن کمپنی ہے۔ عجیب! بہت ہی عجیب!

دراصل چند ماہ قبل میرے ماموں زاد بھائی کا ایک حادثے میں بازو ٹوٹ گیا تھا۔ انھوں نے شروع میں غفلت کی۔ ایک بازو باندھنے والے سے بازو بندھوا لیا۔ وہ بھی کوئی اناڑی آدمی تھا۔ شدید گرمی کے موسم میں اس نے بازو پر پلستر چڑھا دیا اور کہا کہ بیس دن تک اسے کھولنا بھی نہیں۔ بازو پر ہلکا سا زخم بھی تھا، اس نے اس کی بالکل ہی پروا نہیں کی، مگر جیسے ہی آٹھ دس دن گزرے تو اُنھیں بازو میں شدید درد ہونے لگا۔

اس باندھنے والے کے پاس دوبارہ لے گئے تو اُس نے پٹی کھولی تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔ وہ جو معمولی سا زخم تھا، جسے اس نے کوئی اہمیت ہی نہیں تھی، کافی خراب ہو چکا تھا۔ اب مسئلہ دُگنا ہو گیا۔ اِدھر ٹوٹا ہوا بازو، اُدھر بازو کا زخم۔ میں نے میٹھے میٹھے انداز میں بازو باندھنے والے کو اچھی خاصی سُنا دی کہ ''جناب! جب کوئی کام آپ کے بس کا نہ ہو تو معذرت کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اب دیکھیں، زخم بھی خراب ہو گیا اور بازو بھی ٹھیک نہیں ہوا۔''

جب اس نے معاملہ بگڑتے دیکھا تو پھر معذرت کرنے لگا۔ ماموں بھی غصہ ہونے لگے تو میں نے کہا:

''ماموں! بس اب چلیں، اس نے معذرت کر لی ہے۔ اب یہ اور کر بھی کیا سکتا ہے؟ آپ کو یہ ساری چیزیں پہلے ہی سوچنی چاہیے تھیں۔''

معاملہ کافی سیریس تھا۔ جو کچھ کرنا تھا فوری کرنے کی ضرورت تھی۔ لاہور میں میرے ایک اچھے دوست ڈاکٹر تھے۔ میری مشہور میڈیسن کمپنی کی وجہ سے بہت سارے ڈاکٹروں سے میری اچھی خاصی واقفیت تھی۔ میں نے اسی وقت ان سے رابطہ کیا۔ انھوں نے مہربانی کرتے ہوئے فوراً آنے کو کہا:

''ہم نے اسی وقت گاڑی نکالی اور روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹے میں ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ میرے دوست آرتھوپیڈک ڈاکٹر نیاز احمد صاحب انتظار میں تھے۔ ان سے فوراً جا کر ملا۔ انھوں نے زخم چیک کیا، ایکسرے دیکھا اور فوراً آپریشن کرنے کا کہہ دیا۔ ضرورت کا سامان لانے کے لیے انھوں نے ایک پرچی بنا دی۔ باقی سارا سامان تو مجھے ہسپتال کے اسٹور سے ہی مل گیا، مگر ایک چیز نہ ملی۔ میں نے اسٹور پر موجود لڑکے سے پوچھا کہ یہ کہاں سے ملے گی تو وہ کہنے لگا کہ سر! ہمارے پاس تو یہ ختم ہو گئی ہے۔ اب یہ صرف آپ کو 'ارحم میڈیسن کمپنی' سے ہی مل سکتی ہے۔ وہ ہسپتال سے باہر سڑک پار کر کے ہے۔ اسٹور کا مالک نوعمر سا نوجوان ہے، مگر بہت ہی رحم دل ہے اور اِنتہائی مناسب قیمت پر دوائیاں دیتا ہے۔

بس راہ سجھائے جا---!

مفتی محمد معاویہ اسماعیل۔ مخدوم پور

مجھے جلدی تھی۔ میں نے اس کی اس تقریر کو نظر انداز کیا اور جلدی سے باہر کی راہ لی۔ سڑک کی دوسری طرف مجھے بڑا سا سائن بورڈ لگا نظر آ گیا، جس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا: ''ارحم میڈیسن کمپنی''۔ بورڈ کی شکل اور اندازِ تحریر بالکل ویسا ہی تھا جیسے میں نے اپنے بورڈ کا رکھوایا ہوا تھا۔ میں حیران ہوتا ہوا سڑک پار کر گیا۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنے ہی میڈیکل اسٹور کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ صرف بورڈ ہی نہیں، بل کہ پورے میڈیکل اسٹور کا کلر اور ڈیزائن بھی میرے ہی اسٹور کی طرح تھا۔ میں اسٹور کے قریب پہنچا تو دروازے تک اسٹور میں رش لگا ہوا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ موسم نے کروٹ کیا لی ہر شخص کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہو کر ہسپتال کی طرف دوڑ پڑا ہے۔ میں اسٹور کے قریب پہنچ کر ایک طرف سایہ دار جگہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ گرمی کافی تھی۔ یہ تو شکر ہے کہ اسٹور کے ساتھ شیڈ بنا ہوا تھا۔ میں اس کے سائے میں کھڑا ہو گیا۔ پسینا بار بار آ رہا تھا۔ اسٹور کے اندر اے۔سی چل رہا تھا۔ اندر کھڑے ہو کر انتظار کی جگہ بھی نہیں تھی، لہٰذا میں مجبوراً باہر ہی کھڑا رہا۔ ابھی مجھے کھڑے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک لڑکا میرے پاس آیا۔

''سر! آپ اندر تشریف لے آئیں۔ آپ کو سر بلا رہے ہیں۔''

''جی کیا؟ کون بلا رہا ہے؟''

''سر بلا رہے ہیں آپ کو۔'' لڑکے نے دوبارہ کہا۔

''مگر میں تو انھیں نہیں جانتا۔ وہ مجھے کیسے جانتے ہیں؟''

''مجھے تو پتا نہیں۔ انھوں نے وہاں شیشے سے آپ کو دیکھا تو مجھے کہا کہ ان صاحب کو اندر بلا لاؤ۔ بس میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔''

میں نے سوچا کہ شاید اُس نے دیکھ کر اندازہ کیا ہوگا کہ دھوپ میں انتظار کر رہا ہوں، اسی وجہ سے مجھے بلایا ہے۔ میں نپے تلے قدموں کے ساتھ اسٹور کی طرف بڑھ گیا۔ راستہ بناتا ہوا میں اندر پہنچ گیا۔

''سر! آپ ادھر اَندر آ جائیں۔''

میں نے دیکھا کہ کاؤنٹر پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر ساتھ بنے کیبن میں داخل ہو گیا۔ میں بھی حیران سرگرداں اس کے پیچھے کیبن میں چلا گیا۔ کیبن کافی کھلا اور اے۔سی کی ٹھنڈک سے کافی ٹھنڈا تھا۔ میں نے سکون کا سانس لیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

''سر! آپ نے مجھے پہچانا؟''

اس نوجوان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں، میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔'' میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''سر! آپ یاد کریں، تقریباً آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے۔ میں آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ اسی طرح اپنی میڈیسن کمپنی میں اے۔سی روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد اُن دنوں شدید بیمار تھے۔ میرے پاس ان کی دوائی کے لیے پیسے بھی نہیں تھے۔ میں نے آپ کو کہا تو آپ نے اس وقت مجھ سے تعاون کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی پوچھا تھا کہ بیٹا! آپ کی تعلیم کتنی ہے؟ میں نے آپ کو کہا تھا:

'سر! میں میٹرک کر رہا ہوں۔'

آپ نے مجھے کہا تھا کہ بیٹا! تعلیم جاری رکھنا، اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرنا، تاکہ دَر دَر کی ٹھوکروں اور بھیک سے بچ جاؤ۔ ہاں، اگر تعلیم کے سلسلے میں کبھی معاونت کی ضرورت ہو تو بطورِ قرض مجھ سے پیسے لے جانا۔

سر! آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے فارمیسی میں داخلہ لینے کے لیے آپ سے پیسے بھی ادھار لیے تھے، مگر پھر بابا کا انتقال ہو گیا اور میری ماں مجھے لے کر یہاں لاہور میرے ننھیال آ گئیں، مگر آپ مجھے ہمیشہ یاد رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ فارمیسی کے بعد میں نے بابا کی پینشن سے ہی یہ میڈیسن کمپنی بنالی۔ اسے بنائے ہوئے تقریباً دس سال ہو گئے ہیں۔ میں نے جب یہ کمپنی بنائی اسی وقت میں نے فیصلہ کیا کہ نام بھی وہی رکھوں گا جو آپ کی کمپنی کا ہے، تاکہ آپ مجھے یاد رہیں، آپ کے اخلاق مجھے یاد رہیں اور میں ہر وقت آپ کے لیے دعا کرتا رہوں اور کرتا بھی ہوں۔

سر! آپ کو پتا ہے، میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ جو بھی چھوٹا بچہ مجھے بھیک مانگتا نظر آئے گا میں آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دوں گا اور ترغیب دیتا بھی ہوں اور مدد بھی کرتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکتی ہے۔ کئی بچے ماشاءاللہ! اب پڑھ رہے ہیں۔

سر! آپ کا مجھ پر بہت بڑا اِحسان ہے۔ آپ نے مجھ پر اِحسان کرتے ہوئے میری راہ نمائی کی اور اُس وقت میری مدد کی جب میرے تمام رشتے دار بھی میرے ساتھ تعاون کرنے سے منہ موڑ چکے تھے۔ بس آپ کی دعاؤں، تعاون اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا ہوں۔ سر! میں کافی عرصے سے آپ سے ملاقات کا سوچ رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں نا کہ سچی طلب ہو تو ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج آپ سے میری ملاقات ہو ہی گئی۔

بقیہ صفحہ نمبر 07 پر

قرآن کوئز ۵

سعد علی چھیپا۔ کراچی

عزیز قارئین! پیشِ خدمت ہے ایک نیا انعامی سلسلہ بنام ''قرآن کوئز''، جس میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ''قرآن کریم'' کے بارے میں پانچ سوال پوچھے جائیں گے۔ صحیح جواب دینے پر آپ کو ملے گا بہترین انعام......

تو دیجیے جواب اور لیجیے انعام......

آپ کا جواب کوپن کے ساتھ ۳۱، جنوری ۲۰۲۱ء تک ہمیں مل جانا چاہیے۔

سوال

۱ قرآن کریم کی دوسری سورت کا نام ''بقرہ'' کا کیا مطلب ہے؟

۲ قرآن پاک کی اس سورت کا نام بتائیں جس میں صرف ایک زیر ہے؟

۳ کون سی سورت ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی تھی؟

۴ ''عروس القرآن'' کس سورت کو کہا جاتا ہے؟

۵ قرآن پاک میں ''یوم الفرقان'' کس دن کو کہا جاتا ہے؟

امن کی فاختہ

ہما اعظمی - کراچی

پیارے بچو! افریقہ کے ایک گھنے جنگل میں ہر قسم کے جانور رہا کرتے تھے۔ ان میں شیر، چیتے، ہرن، لومڑیاں، لکڑ بھگے، زیبرے، زرافے، گینڈے، ہاتھی، بھیڑیے وغیرہ، سب ہی قسم کے جانور تھے، جو ہر وقت ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے رہتے تھے۔

اس گھنے جنگل میں ایک فاختہ نے بھی اپنا آشیانہ بنایا ہوا تھا۔ مور نے جب دیکھا کہ جنگل میں ہر طرف وحشتوں کا راج ہے اور سکون اور اطمینان اس جنگل سے رخصت ہو چکا ہے تو وہ فاختہ کے پاس پہنچا اور بولا:

''بی فاختہ! تمھاری آواز میں بہت درد اور اثر ہے۔ تم جنگل کے تمام جانوروں کو امن کا پیغام کیوں نہیں پہنچاتیں۔ تم امن کے نغمے گاؤ، شاید اسی طرح جنگل میں امن و امان کی فضا پیدا ہو جائے۔''

مور کی بات فاختہ کے دل کو لگی اور یوں اس جنگل میں چاروں طرف امن کے نغمے گونجنے لگے۔ صبح سویرے فاختہ اپنی سریلی آواز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی تو اُس درخت پر بسنے والے پرندے مسحور ہو جاتے اور جب وہ جنگل کی فضاؤں میں اُڑتی ہوئی امن کے نغمے گاتی تو جہاں جہاں تک اس کی آواز پہنچتی وہاں وہاں جانور اُس کے امن کے نغمے سنتے اور خوش ہوتے۔ اس کے نغمے اتنے پُراثر ہوتے تھے کہ جو بھی اس کے نغمے سنتا اس کے دل میں جنگل کے دوسرے جانوروں کے لیے محبت بھر جاتی۔

کچھ ہی دنوں میں جنگل کے تمام جانور اُس سے پیار کرنے لگے۔ مور جب اس کے نغمے سنتا تو اُس کی دھن پر رقص کرنے لگتا۔ اس کے رنگ برنگے پَر امن کا پیغام بن کر رنگوں کی بہار لے آتے۔

پیارے بچو! اس طرح جنگل میں امن کی فضا قائم ہوگئی اور تمام جانور مل جل کر ہنسی خوشی رہنے لگے، مگر میرے بچو! کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔

اس جنگل میں ایک جانور ایسا بھی تھا جو جنگل کی اس پُر امن فضا سے ناخوش تھا اور فاختہ کے نغمے اس کے کانوں کو بُرے لگتے تھے، جس کی وجہ سے اس کے دل میں فاختہ کے لیے بغض اور کینہ بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک موٹا اور لمبا سا سانپ تھا۔

فاختہ کو بھی یہ بات معلوم تھی، کیوں کہ اس کی آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ اس کا زہر بے اثر ہو جاتا تھا، اس لیے سانپ اس سے دور بھاگتا تھا، لیکن وہ اکثر اُس فاختہ کے بچوں کی تاک میں رہتا تھا۔ فاختہ جب اپنے بچوں کے لیے دانہ دنکا لانے کے لیے گھونسلے سے باہر نکلتی تو وہ مور کو گھونسلے کا محافظ بنا کر جاتی اور جب تک وہ نہ آتی مور اُس کے بچوں کی حفاظت کرتا، کیوں کہ سانپ، مور سے ڈرتا تھا۔

سانپ نے جب دیکھا کہ پورا جنگل امن کا گہوارہ بنتا جا رہا ہے اور اُس کا زہر بے اثر ہو رہا ہے تو اُس کے مکار ذہن میں ایک ترکیب آئی۔

صبح جب فاختہ اپنے آشیانے سے امن کے گیت گاتے ہوئے نکلی تو سانپ نے اس سے کہا:

''بی فاختہ! میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ میں اپنی غلطی پر ندامت محسوس کر رہا ہوں اور تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ جب جنگل کا ہر جانور تم سے محبت کرتا ہے تو میں تم سے دشمنی رکھ کر کیا کروں گا۔'' وہ روتے ہوئے بولا۔

"بی فاختہ! میں جنگل میں بالکل اکیلا رہ گیا ہوں، کوئی مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ کوئی میری مزاج پرسی کرنے آتا ہے۔" سانپ کی یہ بات سن کر فاختہ بولی:

"اگر تم نے اپنے دل سے نفرت کا زہر نکال دیا ہے تو یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ میں اس جنگل میں امن کا پیغام ہی تو لے کر آئی ہوں۔ سانپ بھائی! میرا پیغام امن ہے جہاں تک پہنچے۔" سانپ مکاری سے بولا:

"میری پیاری بہن! میں چاہتا ہوں کہ اس جنگل کے علاوہ اور دوسرے جنگلوں میں بھی تمھاری اَمن کا پیغام پہنچے۔ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جسے اگر تم کھالو تو تمھاری آواز میلوں دُور دوسرے جنگلوں میں بھی سنی جائے گی اور تمھاری آواز بھی مزید تاثیر میں پیدا ہو جائے گی۔ میں نے کل رات کو ہی مَن اُگلا ہے۔ میرے پاس آؤ اور آ کر مجھ سے لے لو۔"

فاختہ نے سانپ کے مَن کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ فاختہ نے سانپ کے پاس آ کر اُس سے منکا لے لیا اور اُسے دیکھنے لگی۔ سانپ نے کہا:

"اب اسے جلدی سے کھالو، امن کا پیغام پہنچانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔"

فاختہ نے جیسے ہی اسے کھایا اس کے حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی، مگر اُس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ دراصل وہ سانپ کا مَن نہیں، ایک زہریلی بوٹی تھی جس نے اس کے حلق کو چھیل کر رکھ دیا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے سانپ سے گُھر گُھری آواز میں بولی:

"بھائی سانپ! یہ کیا؟"

سانپ پھنکارتا ہوا اُس کے پاس سے جاتے ہوئے بولا:

"بڑی آئی تھی امن کا پیغام لے کر، اب اس جنگل میں امن کے نغمے نہیں، میری پھنکاریں گونجیں گی۔"

سانپ فاتحانہ انداز میں فاختہ سے بولا:

"ابھی تو آواز تمھاری گُھر گُھری ہوئی ہے۔ کچھ دیر بعد یہ آواز بھی بند ہو چکی ہوگی۔"

فاختہ روتی پیٹتی مور کے پاس پہنچی اور اپنی پھنسی پھنسی آواز میں اسے سانپ کی کارستانی سنائی۔ مور نے فاختہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"اس سانپ کو تو میں دیکھ لوں گی، تم اپنی آواز کی فکر کرو۔ برابر کے جنگل میں ڈاکٹر ہاتھی رہتا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ، وہ تمھاری آواز ٹھیک کر دے گا۔"

فاختہ نے کہا:

"میرے بچے بھوکے ہیں، پہلے میں ان کے دانے کا انتظام کر لوں۔ صبح ہوتے ہی میں ڈاکٹر ہاتھی کی طرف نکل جاؤں گی۔ تم میرے بچوں کی دیکھ بھال کرنا۔ سانپ میرے بچوں کے پیچھے لگ گیا ہے، کہیں وہ انھیں نقصان نہ پہنچا دے۔"

مور نے فاختہ سے کہا:

"تم بے فکری سے بچوں کے دانے دنکے کا انتظام کرو، میں تمھارے بچوں کی دیکھ بھال کر لوں گا۔ سانپ تمھارے بچوں کے پاس آیا تو میں اس کے ٹکڑے کر دوں گا۔"

یوں فاختہ اپنے بچوں کو مور کی حفاظت میں دے کر دانے کی تلاش میں نکلی۔ ادھر سانپ نے جب دیکھا کہ فاختہ اپنے آشیانہ سے نکل کر گئی ہے تو وہ پھر فاختہ کے آشیانے کی طرف آیا۔ ابھی وہ درخت پر چڑھنے ہی والا تھا کہ مور کی آواز سنائی دی۔ سانپ چوں کہ مور سے ڈرتا تھا اسی لیے اسے دیکھتے ہی بھاگا۔ مور نے بھی اس کا پیچھا کیا، مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا۔ فاختہ کچھ دیر بعد بچوں کے لیے دانا لے آئی۔ مور نے فاختہ کو بتایا کہ سانپ تمھارے بچوں کے پیچھے آیا تھا، مگر میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ فاختہ نے اشارے سے اس کا شکریہ ادا کیا، کیوں کہ اب اس کی آواز بالکل بند ہو چکی تھی۔ فاختہ نے اسے اشارے سے بتایا کہ وہ صبح ڈاکٹر ہاتھی کے جنگل کی طرف نکل جائے گی۔ مور نے فاختہ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے بچے کی حفاظت اس وقت تک کرے گا جب تک اس کے نغمے دوبارہ جنگل کی فضاؤں میں گونجنے نہیں لگ جاتے۔

صبح سویرے فاختہ ڈاکٹر ہاتھی کے جنگل کی طرف نکل گئی۔ سانپ نے مکاری سے اس بات کا پتا چلا لیا تھا۔ سانپ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ فاختہ، ڈاکٹر ہاتھی کے پاس پہنچے اور اُس کے نغمے دوبارہ جنگل میں گونجنے لگیں، لہٰذا اُس نے ڈاکٹر ہاتھی کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی فاختہ کو جان سے مارنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ فاختہ کے تعاقب میں نکلا۔ فاختہ پرواز کرتے کرتے ایک نہر کے کنارے پانی پینے کے لیے اُتری تو سانپ نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے زہر آلود دانت اس کے جسم میں گاڑ دیے۔ جب وہ بے حس وحرکت ہوگئی تو اُسے پانی میں اچھال کر خود کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور اُسے پانی میں ڈوبتا دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔

پیارے بچو! قریب ہی ہاتھیوں کا ایک جھنڈ، نہر کے کنارے موج مستی میں مصروف تھا۔ وہ ایک دوسرے پر سونڈ سے پانی کی بوچھاڑ کر کے خوش ہو رہے تھے۔ ان کی چنگھاڑ سے پورا جنگل گونج رہا تھا۔ اچانک ایک فاختہ اُڑتی ہوئی آئی اور پانی میں گر پڑی۔ ایک ہلکے سے چھپاکے کی آواز آئی اور ہاتھیوں کی چنگھاڑ میں دب کر رہ گئی، لیکن ایک ہاتھی نے جو سب سے الگ تھلگ کھڑا تھا اور وہ ان تمام ہاتھیوں کا سردار اور ڈاکٹر بھی تھا، جس کی تلاش میں فاختہ وہاں تک پہنچی تھی، اس نے فاختہ کو پانی میں گرتے ہوئے دیکھا تو وہ فوراً وہاں تک

پہنچا اور اُسے سونڈ سے پکڑ کر اُٹھایا اور خشکی پر لے جا کر لٹا دیا۔ سانپ نے جب ہاتھی کو دیکھا تو اُس سے ڈر کر بھاگا۔ ہاتھی پہلے ہی ہوش یار تھا، اس کے پیچھے لپکا اور اُس کے زہر آلود منہ کو اپنے بھاری پاؤں سے دبا کر اُس کے لمبے اور موٹے جسم کو سونڈ سے پکڑ کر چیر پھاڑ دیا۔ اب ہاتھی، فاختہ کی طرف متوجہ ہوا۔

اس کی سانس بہت ہلکی چل رہی تھی، وہ بہت زخمی تھی۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ کو زخم کے اس حصے پر رکھا جہاں سانپ نے ڈسا تھا۔ اس کے جسم سے زہر چوس کر نکالا اور پانی سے زخموں کو دھو کر صاف کیا، پھر اپنی سونڈ پر اُٹھا کر اپنے مسکن پر لایا، جہاں اس نے ایک خاص قسم کی گھاس اس کے زخموں پر رگڑی اور اُس کا عرق نکال کر اُس کے منہ میں ٹپکایا، پھر دھوپ میں کیلے کے پتوں کا بستر لگا کر اُس پر لٹا دیا۔

کچھ ہی دیر میں فاختہ کو ہوش آیا تو اُس نے ڈاکٹر ہاتھی کا شکریہ ادا کیا۔ اسے کافی خوش گوار حیرت کا احساس ہوا کہ اب وہ بول سکتی تھی، مگر آواز میں ابھی خرخراہٹ باقی تھی۔ اس نے اڑنے کے لیے اپنے پروں کو ہلانے کی کوشش کی تو درد سے تڑپنے لگی۔ ہاتھی نے اسے آرام کرنے کو کہا۔ ڈاکٹر ہاتھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک خاص قسم کی گھاس اس کے زخموں پر رگڑتا اور اُس کا عرق اس کے منہ میں ٹپکاتا۔

دوسرے دن فاختہ کی کچھ حالت بہتر ہوئی تو اُس نے ڈاکٹر ہاتھی سے جانے کی اجازت مانگی۔ ڈاکٹر ہاتھی نے کہا:

”بی فاختہ! ابھی چند دِن تمھیں آرام کی ضرورت ہے، جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتیں میں تمھیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“ فاختہ نے کہا:

”ڈاکٹر ہاتھی! مجھے اپنے بچے یاد آرہے ہیں۔ وہ بھوکے ہوں گے اور میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔“ ہاتھی نے کہا:

”تم اپنے آشیانے کا پتا بتا دو، میں کسی ہاتھی کو بھیج کر اُنھیں بلوا لیتا ہوں۔ تمھارے بچوں کے لیے یہیں کسی درخت پر گھونسلا بنا دیا جائے گا۔“ فاختہ نے کہا:

”ڈاکٹر ہاتھی! آپ نے جو اِحسان مجھ پر کیا ہے اس کا بدلہ میں ساری زندگی نہیں چکا سکتی۔ میں تو آپ ہی کی تلاش میں نکلی تھی کہ امن کے دشمن سانپ نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔ آپ مجھے نہ بچاتے تو میں مر چکی ہوتی۔“ ڈاکٹر ہاتھی نے کہا:

”بچانے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے، میں تو صرف ذریعہ بنا ہوں۔ خیر ’جان بچی سو لاکھوں پائے‘، مگر یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے کیوں تلاش کر رہی تھیں اور سانپ نے تمھاری جان لینے کی کوشش کیوں کی؟“ فاختہ نے جواب دیا:

”ڈاکٹر ہاتھی! سانپ امن کا دشمن تھا۔ اس نے مکاری سے مجھے ایک ایسی زہر آلود بوٹی کھلا دی تھی جس سے میری آواز بند ہو گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں امن کے نغمے نہ گا سکوں اور وہ خود جانوروں کے دلوں میں نفرتوں کا زہر بھرتا رہے۔ آپ نے جو مجھے گھاس کا عرق پلایا ہے اس سے میری آواز کافی حد تک ٹھیک ہو گئی ہے۔ میں کچھ ہی دنوں میں امن کے نغمے گا سکوں گی۔ اب میرے امن کے نغمے پورے جنگل میں گونجیں گے، کیوں کہ امن کا دشمن آپ کے ذریعے کیفرِ کردار کو پہنچ چکا ہے۔ اب کوئی مجھے امن کے گیت گانے سے نہیں روک سکے گا۔“ ڈاکٹر ہاتھی نے کہا:

”ان شاء اللہ! امن کے نغموں سے اس جنگل کی فضا ہمیشہ پُرامن رہے گی۔ اچھا، اب جلدی سے اپنے آشیانے کا پتا بتا دو، تاکہ کسی ہاتھی کو بھیج کر تمھارے بچوں کو یہاں لایا جا سکے۔“

ادھر مور جو فاختہ کا انتظار کر رہا تھا، اس نے جو ہاتھی کو آتے دیکھا تو اُس سے فاختہ کی خیریت معلوم کی۔ ہاتھی نے مور کو تمام صورتِ حال سمجھائی۔ فاختہ کے بچوں کو اپنی سونڈ پر لیا اور مسکن پر واپس آکر بچوں کو فاختہ کے حوالے کر دیا۔

ڈاکٹر ہاتھی روزانہ فاختہ کے منہ میں گھاس کا عرق ٹپکاتا، اس کی مرہم پٹی کرتا اور ہر دم اس کی تیمارداری میں لگا رہتا، یہاں تک کہ فاختہ اڑنے کے قابل ہو گئی اور اُس کی آواز پہلے سے کہیں زیادہ گونج دار اور سریلی ہو گئی۔ جب فاختہ صبح سویرے خوش الحانی سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی تو ہاتھیوں کا پورا جھنڈ اُس کی آواز سن کر جھومنے لگتا، بل کہ قریب رہنے والے تمام پرندے بھی اس کی آواز سُن کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگتے اور پھر کچھ ہی دنوں بعد فاختہ کے امن کے نغمے پورے جنگل میں گونجنے لگے۔

ایک دن فاختہ نے ہاتھی سے کہا:

”اب میں مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی ہوں، لہٰذا اَب مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیجیے۔“

ڈاکٹر ہاتھی نے کہا:

”بی فاختہ! اس جنگل والوں کو تم سے انسیت ہو گئی ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم اور تمھارے بچے ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں۔ ہمارے بچے بھی تمھاری آواز سُن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور جب تم اپنی میٹھی آواز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہو تو ہمارے بچے بھی صبح جلدی اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ تمھارے امن کے نغموں سے جنگل میں ایک امن کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ تم یہاں رہ کر ہمارے بچوں کی تربیت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا اجر دے گا۔“

فاختہ نے ہاتھی کی بات مان لی اور ہمیشہ کے لیے ایک درخت پر اپنا آشیانہ بنا لیا۔

آج بھی فاختہ اسی جنگل میں رہتی ہے، لیکن وہ اپنے دوست مور اور اُس جنگل کے جانوروں کو بھولی نہیں ہے، بل کہ کبھی کبھار اُن سے ملنے بھی جاتی ہے۔

خط کا جواب

محمد حذیفہ رفیق زم زمی۔ کراچی

خلیفہ ہارون رشید کا دورِ خلافت تھا۔ موجودہ شمالی افریقہ کے بہت سے علاقے رومی سلطنت کے تحت آتے تھے۔ اس وقت رومی حکومت ایک عورت ''ملکہ رینی'' کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مسلمانوں سے سالانہ جزیہ دینے کا معاہدہ کیا ہوا تھا۔

لیکن خلیفہ ہارون رشید کی خلافت کے سترھویں سال ۱۸۷ھ میں رومی جرنیلوں نے بغاوت کر کے اس عورت کو معزول کر دیا۔ باغی جرنیلوں کا سردار ایک فوجی افسر ''نِقفور'' تھا، جو پہلے خراج (ٹیکس) کا افسر رہ چکا تھا۔ اس نے تخت پر قبضہ کرتے ہی مسلمانوں سے معاہدہ توڑ دیا اور مسلمانوں سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ صلح کی مدت میں وصول کی گئی جزیے کی تمام رقم واپس کی جائے۔

اس نے اپنے خط میں لکھا:

''نقفور شاہِ روم کی طرف سے شاہِ عرب ہارون کے نام!

اس سے پہلے ملکہ نے تمھیں شطرنج کا رُخ اور اپنے آپ کو پیادہ بنالیا تھا۔ (یہ عورتوں کی کم زوری اور حماقت کا اثر ہے کہ) اس نے تمھیں تاوان کی مد میں بہت دولت بھجوائی، حالاں کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ تم اسے خراج دیتے۔

میرا یہ خط پڑھتے ہی تم گزشتہ لیا گیا خراج واپس کرو اور آئندہ کے لیے اپنی جان کی ضمانت کے طور پر خراج ادا کرتے رہو، ورنہ تلوار ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔''

جب یہ خط ہارون رشید نے پڑھا تو اُن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ درباری یہ حالت دیکھ کر اِتنے خوف زدہ ہو گئے کہ کسی میں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ خلیفہ سے آنکھیں ملا سکے، چہ جائے کہ ان سے کوئی گفتگو کرتا۔ خلیفہ کے وزیر جن سے خلیفہ ہر اہم معاملے میں مشورہ کیا کرتے تھے، ان کی زبان بھی گنگ اور عقل ماؤف ہو چکی تھی، ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ خلیفہ کو کوئی مشورہ دیں یا نہیں!؟

خلیفہ نے دوات (سیاہی) منگوائی اور خود ہی خط کا جواب لکھا اور کیا خوب لکھا! یہ خط ایک تاریخی خط بن گیا، جس سے اس زمانے میں مسلمانوں کی شان و شوکت اور عزم و ہمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خلیفہ ہارون رشید نے خط کی پشت پر لکھنا شروع کیا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

(یہ خط) ہارون رشید امیر المؤمنین کی طرف سے رومی کتے نقفور کے نام!

اے کافر زادے! میں نے تیرا خط پڑھا۔

جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا، سننے کی نوبت نہیں آئے گی۔

والسلام''

اور پھر اُسی وقت ہارون رشید نے جنگ کے لیے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بغداد سے نکل کر سیدھا رومیوں کے اہم مرکز ہِرَقلَہ (ہرکولیس Herqla) کی فصیلوں پر دستک دی اور زبردست جنگ لڑی۔ دشمنوں کا کافی جانی اور مالی نقصان ہوا، مسلمانوں کے ہاتھوں بہت سا مالِ غنیمت آیا اور پورے شہر پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ نقفور نے صلح کی درخواست کی اور سالانہ جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے درخواست قبول کر لی۔

خلیفہ ابھی بغداد پہنچا بھی نہیں تھے کہ نقفور نے معاہدہ توڑ دیا۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ نقفور کو یقین تھا کہ خلیفہ ہارون رشید دوبارہ کبھی اس سرد موسم میں یہاں کا رُخ نہیں کریں گے، لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ وہ قوم ہے جو زبانِ حال سے کہتی ہے: ؎

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے

اب سوال یہ تھا کہ خلیفہ ہارون رشید کو اِس قہرانگیز خبر کی اطلاع کون دے؟ ایک تو اِس خبر کے سننے سے ہارون رشید کے سخت غصے کا اندیشہ تھا اور دوسری طرف غالب گمان یہی تھا کہ خبر ملتے ہی دوبارہ روم کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیں گے۔ سردی کا موسم تھا اور وہ ممالک انتہائی سرد تھے۔ وہاں کا سفر خود کسی عذاب سے کم نہیں تھا۔ اس پر مزید یہ کہ لشکر کشی کر کے رومیوں سے جنگ لڑنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا۔

بہرحال خلیفہ کے قریبی شاعر عبداللہ بن یوسف تیمی نے ہمت کر کے اپنے قصیدے میں خلیفہ کو اِس کی اطلاع دے دی۔ اس کے قصیدے کے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''نقفور نے آپ کا عہد و پیمان توڑ ڈالا، ہلاکت کا وقت اس پر آن پڑا ہے۔ امیر المؤمنین کو خوش خبری ہو کہ بہت بڑی غنیمت اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کرنے والے ہیں۔''

شاعر کا قصیدہ پورا ہونے پر خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا:

''کیا واقعی نقفور نے ایسا کیا ہے؟'' جواب ہاں میں ملتے ہی انھوں نے دوبارہ تیاری کا حکم دیا۔ شدید سردی میں پُرمشقت سفر طے کر کے اسلامی لشکر دوبارہ پہنچا اور بھرپور حملہ کیا۔ چالیس ہزار رومی ہلاک ہوئے اور اُن کے چار ہزار جانور ہاتھ آئے۔

اس کے بعد بھی نقفور جنگ کے شعلے بھڑکاتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۳ھ میں مختلف جنگوں میں لگنے والے کچھ زخم اس کے لیے مہلک ثابت ہوئے اور وہ مر گیا۔ یہ انتہائی مکار انسان تھا۔ کئی سال تک جنگ کے شعلے بھڑکاتا رہا۔ اس کی موت کے بعد برسوں تک امن و سکون رہا۔ تقریباً ۱۹۲ھ سے ۲۱۵ھ تک مسلمانوں کی طرف سے کوئی مہم نہیں بھیجی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں دین زندہ تھا تب تک ان کے سامنے کوئی جم نہیں سکتا تھا، کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اگر اَب بھی تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقوں سے پورا کرنی پابندی کرنے کی والے بن جائیں تو یہی ہماری کام یابی اور ترقی یقینی ہے۔

(ماخوذ از: تاریخ الطبری: ۸/ ۳۰۸_۳۱۳
تجارب الأمم وتعاقب الهمم: ۳/ ۵۴۹_۵۵۰
تاریخ امت مسلمہ: ۳/ ۴۸۶_۴۸۸)

ابوغازی محمد۔ کراچی

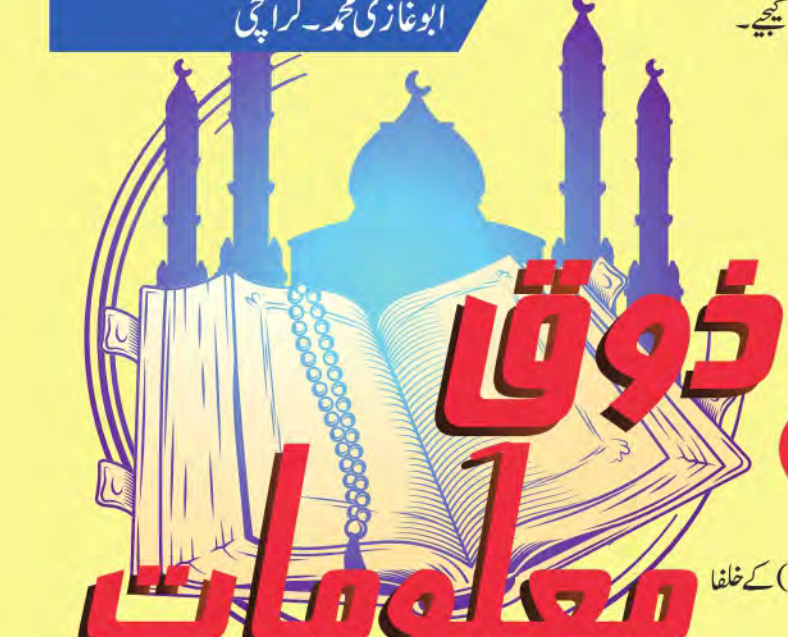

ذوق معلومات ٦٠

یہ کون ہیں؟

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اپنی معلومات کا انعام ہم سے پائیے۔ آپ کا جواب ۳۱، جنوری تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

1. ان کا اصلی نام عبداللہ تھا۔ 786ء میں پیدا ہوئے۔
2. ستمبر 813ء میں خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ خاندان بنی عباس (بغداد) کے خلفا میں ان کا نمبر ساتواں تھا۔
3. خراسان (ایران) میں ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کرایا اور بغداد (عراق) میں ان کے حکم پر فلکیات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے ایک رصدگاہ قائم کی گئی، جو ان کے نام سے منسوب ہوئی۔ ان کے دورِ خلافت میں علم فلکیات سے متعلق تحقیقات اور پیمائشیں کی گئیں۔
4. اپنی زندگی کے آخری ایام میں یونانیوں کے خلاف مہمات کا آغاز کیا۔ مصر اور اِیشیائے کوچک میں عباسی فوج کی خود کمان کرتے رہے۔
5. ان کا انتقال 833ء میں ہوا۔

سیم کی پھلی

سعد علی چھیپا۔ کراچی

پھلیاں ساری دنیا میں پائی اور کھائی جاتی ہیں اور اُن کی بہت سی اقسام ہیں، مثلاً سیم کی پھلی، لوبیا اور ثابت ماش کی پھلی۔

پھلیوں کے خاندان میں مٹر، دالوں اور مونگ پھلی کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

پھلیاں غذائیت سے بھرپور ہوتی ہیں اور اِن میں نشاستہ (کاربوہائڈریٹ) ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ان میں ریشہ، فولاد، پوٹاشیم اور حیاتین ب (وٹامن بی) وغیرہ شامل ہوتے ہیں، ان کے کھانے سے خلیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

پھلیاں غریبوں کے لیے گوشت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسے سبزی کالحمیہ (پروٹین) کہا جاسکتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ جن پھلیوں میں فولاد کثرت سے پایا جاتا ہے انھیں ہضم کرنے کے لیے ایسی غذائیں بھی کھانی چاہییں جن میں حیاتین ج (وٹامن سی) ہوتا ہے۔ اس حیاتین سے جسم میں ایسی خاصیت پیدا ہوتی ہے کہ فولاد، جسم میں جذب ہوجاتا ہے۔ ایسی غذاؤں میں ہرے پتوں والی سبزیاں اور ٹماٹر وغیرہ بھی شامل ہیں۔

جب پھلیوں کو پانی میں اُبالتے ہیں تو صحت بخش غذائی اثرات پانی میں بھی آجاتے ہیں۔ ان میں فلیوونائڈز (FLAVONOIDS) ہوتے ہیں۔

لہٰذا پھلیوں کے اُبلے ہوئے پانی کو سوپ کے طور پر بھی پیا جاسکتا ہے۔ یہ مانع تکسید اَجزا (ANTIOXIDANTS) کی طرح سے عمل کرتے ہیں، جو سرطان اور دِل کی بیماریاں کم کرتے ہیں۔

پھلیوں کو خشک حالت میں کھا کر ہضم کرنا دشوار ہے، چناں چہ انھیں پکالینا بہتر ہے۔

یاد رکھیے،

بازار میں دست یاب ڈبا بند پھلیوں کو کھانے سے پیش تر ٹھنڈے پانی سے دھونا بہت ضروری ہے، اس لیے کہ انھیں محفوظ کرنے کے لیے بڑی مقدار میں سوڈیئم ڈالا دیا جاتا ہے، جس کے بہت سے نقصانات ہیں۔

ڈبا بند پھلیوں کو ٹھنڈے پانی سے خوب دھونے سے ان میں شامل سوڈیئم خارج ہوجاتا ہے۔

تمام قارئین کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ کسی بھی سبزی کے فوائد پڑھ کر اسے زیادہ نہ کھائیں، بل کہ اس کا استعمال اعتدال سے کریں اور اگر آپ کو کوئی خاص بیماری ہے تو اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی بھی سبزی استعمال کریں۔

نئے لکھاری

مجرم کی تلاش ۳

محمد عمر بن عبدالرشید۔ کراچی

''جی ہاں، آپ ذرا جلدی کیجیے، ورنہ ملک بہت بڑے خطرے میں گھر جائے گا۔'' انسپکٹر فراز جلدی سے بولے۔

''اوہ، میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔ آپ لائن پر ہی رہیے۔'' انتظام غوری نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد انتظام غوری کی آواز سنائی دی:

''فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، وہ لاک اَپ میں ہی موجود ہے۔''

''کیا! نہیں! وہ چندر راؤ نہیں ہوسکتا پھر! شاید اُس کے حلیے میں کوئی اور ہے۔ میں خود ابھی وہاں آ رہا ہوں۔ اس پر نظر رکھیے گا۔'' انسپکٹر فراز چونک کر بولے۔

''اوہ، تت...... تو آپ یہاں آ رہے ہیں۔'' انتظام غوری پریشان ہو کر بولا۔

''ہاں بالکل!'' یہ کہہ کر انسپکٹر فراز نے فون کاٹ دیا اور انسپکٹر اشعر کی طرف مڑے:

''چندر راؤ لاک اَپ میں موجود ہے، لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ چندر راؤ ہے یا پھر اُس کے سیل سے کوئی خفیہ راستہ باہر نکلتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی کارروائی کر رہا ہے۔''

''کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ کام چندر راؤ ہی کا ہے؟'' انسپکٹر اشعر نے پوچھا۔

''نہیں، ابھی تک تو صرف شک ہے، لیکن ایک بات اور ہے کہ چند دِن سے مجھے خفیہ طور پر اِطلاعات مل رہی ہیں کہ چندر راؤ بھاگنے کی کوشش میں ہے اور اَب یہ فائل کے غائب ہونے کا معاملہ پیش آ گیا تو شک اسی پر جاتا ہے۔'' انسپکٹر فراز نے کہا، پھر دوبارہ بولے:

''خیر، تم ایسا کرو کہ پولیس اسٹیشن چلے جاؤ اور میں یہاں سے کالی جیل جا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے۔

......☆......

انسپکٹر فراز کے نکلنے کے کچھ دیر بعد انسپکٹر اشعر بھی خفیہ ٹھکانے سے واپس نکل آیا اور دروازے کو تالا لگا کر درختوں کے جھنڈ میں سے نکلتے ہوئے اس چھوٹی سی سڑک پر نکل آیا جہاں اس کی جیپ کھڑی تھی۔ ان کا یہ خفیہ ٹھکانا مکمل طور پر درختوں میں گھرا ہوا تھا اور کسی کو مشکل سے بھی نظر نہ آتا تھا، لیکن آخر مجرموں نے اسے تلاش کر لیا تھا۔ چھے ماہ پہلے جب انھوں نے چندر راؤ کو پکڑا تھا تو یہ فائل انسپکٹر فراز کو یہ کہہ کر دی گئی تھی کہ آپ ہی اس کی بہتر طریقے سے حفاظت کر سکتے ہیں اور اُنھوں نے خفیہ ٹھکانے کو محفوظ سمجھ کر فائل یہاں چھپا دی تھی، لیکن فائل یہاں سے بھی غائب تھی۔

انسپکٹر اَشعر نے ایک نظر درختوں کے جھنڈ کو دیکھا جہاں خفیہ ٹھکانا موجود تھا اور پھر وہ جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ کے اسٹارٹ ہونے کی آواز نے سنسان سڑک کے سناٹے کو ختم کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جیپ ایک مشہور شاہ راہ کے سگنل پر رُکی ہوئی تھی۔ انسپکٹر اشعر کی نظر سگنل پر ہی جمی ہوئی تھی کہ کب سبز بتی جلے اور وہ آگے روانہ ہو کہ اتنے میں اچانک اس کی نظر ایک کار میں بیٹھے آدمی پر پڑی۔ وہ اس آدمی کو دیکھ کر چونک اٹھا۔

وہ چندر راؤ تھا۔ اس نے نہایت صفائی سے حلیہ بدلا ہوا تھا اور اپنے چہرے کے نقش و نگار کسی حد تک بدل دیے تھے، لیکن پھر بھی انسپکٹر اَشعر نے اسے پہچان لیا تھا۔

''اوہ، چندر راؤ تو یہ رہا، یعنی یہ ساری کارروائی واقعی اسی کی ہے۔ میں ابھی سر کو فون کر کے بتاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر اَشعر نے جیب سے فون

نکالا تو یہ دیکھ کر اُس کا منہ بن گیا کہ بیٹری ختم ہو گئی تھی۔

''اُف! ایک تو یہ بیٹری کو بھی ابھی ختم ہونا تھا۔'' وہ بڑبڑائے۔

اتنے میں سگنل کھل گیا اور باقی گاڑیوں کے ساتھ چندر راؤ کی گاڑی بھی آگے بڑھ گئی۔

......(جاری ہے)......

چند الفاظ

حافظ سعید الرحمٰن انصاری۔ کراچی

وہ اتوار کے دن کی ایک سہانی صبح تھی۔ قریباً دس یا گیارہ بجے کا وقت ہوگا، ہم اپنے مدرسے میں بیٹھے بڑے انہماک سے امتحانات کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

امتحانات قریب ہونے کی وجہ سے مدرسے کی انتظامیہ نے پڑھائی موقوف کروا کر تیاری کا وقت دے رکھا تھا۔

ہم بھی انھی بچوں میں شامل تھے کہ ایک دوست نے آ کر اطلاع دی:

''تمھارے ابا جان نیچے تمھیں یاد فرما رہے ہیں۔''

''ہیں! ابا جان اور اِس وقت!'' ہمیں کچھ حیرت سی ہوئی، کیوں کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا ابا جان پڑھائی کے وقت یا بغیر کسی وجہ کے مدرسے آئے ہوں۔ ہمارے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے:

''شاید آج جو میگزین آیا ہو اُس میں ہماری کہانی شائع ہوئی ہو اور اَبا جان خوش خبری دینے کے لیے مدرسے آئے ہوں۔''

''شاید اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے پکنک پر جانے کا پروگرام بن گیا ہو اور اَبا جان ہماری چھٹی لینے آئے ہوں۔''

اسی طرح کے ذہن میں بے شمار خیالات آ رہے تھے اور ہم تھے کہ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

چناں چہ انھیں خیالات میں گھرے نیچے پہنچے تو وہاں واقعی ابا جان کو اپنے انتظار میں کھڑے پایا۔

خیر، علیک سلیک کے بعد اَبا جان کہنے لگے:

''بیٹا! آج ایکسپو سینٹر میں کراٹوں کا مقابلہ ہے، ہم لوگ وہ دیکھنے جا رہے ہیں، چناں چہ میں نے سوچا کہ تمھیں بھی ساتھ لے چلو۔ اب آگے تمھاری مرضی ہے۔ چلنا ہے تو چلو، ورنہ پھر یہیں رُک کر اپنی پڑھائی کرو۔''

''ایکسپو سینٹر! یہ کیا ہوتا ہے؟'' ہم نے حیرت سے پوچھا، کیوں کہ ہم اس وقت تک ایکسپو سینٹر کے لفظ سے حقیقتاً نا آشنا تھے۔

''بیٹا! ایکسپو سینٹر ایک جگہ کا نام ہے، وہاں پر مختلف چیزوں کی نمائش ہوتی ہے۔ جیسے کتابوں کی نمائش یا کبھی اسلحے کی نمائش، اور مختلف قسم کے مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ وہاں کراٹوں کا مقابلہ ہو رہا ہے۔'' ابا جان نے تفصیل سے ہمیں ایکسپو سینٹر کے بارے میں بتایا۔

''اگر وہاں کراٹوں کا مقابلہ ہے تو ہم ضرور وہاں جائیں گے۔'' ہم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

چناں چہ جھٹ پٹ چھٹی لی اور ایکسپو سینٹر کی طرف روانہ ہو گئے۔ پورا راستہ ہم یہی سوچتے رہے کہ نجانے ایکسپو سینٹر کیسا ہوگا؟ کراٹوں کے مقابلے میں لڑکے کس قسم کے کرتب دکھائیں گے؟ یہی سوچتے سوچتے ہم اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔

ایکسپو سینٹر ہمارے مدرسے سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ یہی کوئی پندرہ بیس منٹ کا فاصلہ ہوگا۔

بہر حال گاڑی پارکنگ ایریا میں کھڑی کی اور اَندر ہال کی طرف بڑھنے لگے، جہاں مقابلہ ہونا تھا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ اچانک ہماری نظر ایک ٹیکسی پر پڑی جو ہم سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ ٹیکسی میں سے تین نوجوان اترے جو کہ شرٹ پتلون میں ملبوس تھے۔ ان تین نوجوانوں میں سے ایک نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا اور ہال کی طرف چل پڑے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک ان تین لڑکوں میں سے ایک کی جیب سے اس کا بٹوا نیچے گر پڑا، لیکن اُس لڑکے کو اپنا بٹوا گرنے کا احساس تک نہیں ہوا، وہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ باتوں میں مگن ہو کر چلا جا رہا تھا۔ ٹیکسی والے کی نظر جوں ہی بٹوے پر پڑی اس نے لپک کر وہ گرا ہوا بٹوا اُٹھایا اور اُلٹ پلٹ کر اُسے دیکھتا رہا۔ ہم اس ٹیکسی ڈرائیور سے کچھ دور کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ نجانے ٹیکسی والا اِس بٹوے کا کیا کرتا ہے؟

کچھ دیر معاینہ کرنے کے بعد ٹیکسی والا ان تینوں کی طرف متوجہ ہوا اور آواز دے کر اُنھیں اپنے پاس بلایا۔ لڑکے ناسمجھی کے عالم میں اس ٹیکسی والے کے پاس آ گئے تو اُس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے بٹوے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''یہ بٹوا مجھے ابھی ابھی یہاں پڑا ہوا ملا ہے۔ کہیں یہ تم میں سے کسی کا تو نہیں؟''

بقیہ صفحہ نمبر 46 پر

انڈے کی چوری

محمد نعمان حیدر۔؟

ابھی سالن تیاری کے مراحل میں تھا کہ باورچی خانے سے طفیل کے رونے کی آواز آئی۔ خالو بے کار باورچی خانے میں جادھمکے اور چیختے ہوئے پوچھا:

''کس نے مارا میرے چاند کو؟''

اس نے روتے ہوئے اپنی امی کی طرف اشارہ کیا۔

''بیگم! کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنی صبح صبح بچے کو مارا۔ کیا کیا ہے اس نے؟''

''خود اسی سے پوچھ لیں۔'' خالہ نے تیز و تند لہجے میں کہا۔

خالو جتنا چپ کرانے کی کوشش کرتے طفیل اتنا زیادہ زور سے رونا شروع کر دیتا۔ آخر خالو نے خالہ سے ہی وجہ پوچھی تو وہ بولیں:

''اس نے انڈا چوری کیا ہے اور پھر مان بھی نہیں رہا۔ ایک تو چوری، اوپر سے سینہ زوری۔''

''ہائے ہائے! طفیل بیٹا! تم نے کیا یاد دِلا دیا۔ آہ، تمھاری دادی مرحومہ کیا کمال شخصیت تھیں!

اچھا بیٹا! رونا بند کرو، میں تمھیں ایک مزے دار کہانی سناتا ہوں۔'' خالو بے کار نے طفیل کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو طفیل ایک دم خاموش ہو کر ہمہ تن گوش ہو گیا۔

''تو دادی بہشتن کے دور کی بات ہے، جب میں آپ کی عمر کا تھا۔ انھوں نے ایک مرغی پال رکھی تھی جو روزانہ ایک انڈا دیتی تھی ؎

دادی نے اک مرغی پالی
دیکھنے میں ہے کالی کالی
مزے مزے سے پھرتی ہے وہ
کھل جائے جب اس کی جالی
انڈا ایک ہی دیتی ہے وہ
پھر بھی کرتے ہیں رکھوالی
سن کے شور یہ لگتا ہے کہ
جیسے گا رہی ہو قوالی
نظم و ضبط کی بھی پابند ہے
کام کرے وہ سب سے مثالی
بچو! کیسی ہے وہ مرغی
کھول لیتی ہے خود ہی جالی
باتیں اس کی پیاری پیاری
لگتی ہیں وہ خوب نرالی''

خالو بے کار نظم سنا کر بولے:

''اس ایک انڈے کا پورے گھرانے میں چوبیس گھنٹے لوکل بس کی طرح انتظار کیا جاتا تھا اور وہ انڈا باری باری سب میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہم کُل سات افراد تھے، لیکن ہفتے میں ایک بار سب کی باری آنے کے بجائے دادا دادی اپنی بیماری کے سبب ایک ہفتے میں دو، دو بار بھی کھانے کی سعادت حاصل کرتے تھے اور ہم تھے کہ اپنی قسمت کا ڈھنڈھورا پیٹتے رہتے تھے۔

ایک بار دادا حضور بسترِ علالت پر تشریف فرما تھے اور آج کا انڈا ابھی انھیں کے پیٹ میں جانے کا عزم رکھتا تھا، جب کہ تھی ہماری باری۔ ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور تسلی دی کہ کوئی بات نہیں، دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ ہم نے بسم اللہ کی اور مٹی کے بنے دڑبے میں جا گھسے۔ پہلے پہل پنا سر اندر گھسیڑا اور پھر اپنی ٹانگیں۔ جب ہم پوری طرح امن میں ہو گئے تو ہم نابینوں کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ مارنے لگے اور اُس انڈے کو تلاش کرنے لگے جسے آج دادا حضور کے پیٹ میں چلے جانا تھا۔ اندر کافی اندھیرا تھا اور مرغی صاحبہ ابھی ابھی تازہ تازہ انڈا دے کر باہر محلے داروں کی کسی تقریب میں تشریف لے جا چکی تھیں۔ ہم نے دادی جان کے سونے کا فائدہ اٹھایا اور آرام سے جا کر بشیر ہوٹل والے کو دیا کہ یہ ابال کر دے دیں اور ایک چائے بھی دیں، دادا جان بیمار ہیں۔ انھوں نے کہا:

''جا کر کوئی نشانی لے آؤ۔''

ہم لپکے، دادا حضور کے اردگرد چکر لگایا اور اُنھیں خوابِ خرگوش میں مست پایا تو اُن کی تسبیح اٹھائی اور لے گئے، کیوں کہ وہ کام لاکھوں کے چیک نہ کر سکتے تھے جو یہ تسبیح کیا کرتی تھی۔ اسے دکھا کر ہم بازار سے دادا جی کے کھاتے میں چیزیں لے آتے، کیوں کہ دادا جی کا پورے بازار میں سکہ چلتا تھا۔ انھوں نے اسی تسبیح کی نشانی بتا رکھی تھی کہ جب بھی کوئی بچہ یا بڑا آئے تو آپ اس سے نشانی مانگو۔ اگر وہ یہ تسبیح دکھا دے تو بسم اللہ، ورنہ اسے چلتا کر دو۔

''چلو بیٹا! ناشتا کر لو، تمھیں اسکول جانے میں تاخیر ہو رہی ہے۔'' خالو نے اپنی کہانی بیچ میں روک دی۔

''نہیں ابو! آپ سنائیں، میں ناشتا یہیں اٹھا کر لے آتا ہوں۔'' طفیل نے فوراً ناشتا اُٹھایا اور ابو کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

''پھر کیا ہوا ابو!؟'' طفیل بے تابانہ لہجے میں بولا تو خالو گلا کھنکھارتے

ہوئے گویا ہوئے:

''دادا جان کی تسبیح دیکھتے ہی اس نے مجھے انڈا اُبال دیا اور ساتھ میں چائے تھیلی میں ڈال دی۔ میں لے کر گھر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں چپکے سے انڈا اپنے پیٹ میں اتارا اور گرما گرم چائے مزے لے لے کر پی۔ دادی اماں جب تک بیدار ہوئیں تب تک انڈا میرے پیٹ کے سب سے نچلے خانے میں جا چکا تھا۔ انھوں نے اٹھ کر فوراً دڑبے کا رُخ کیا، لیکن انھیں انڈا نہ زمین پر ملا نہ آسمان پر۔ جب انھیں تسلی ہوگئی کہ انڈا کسی کے پیٹ میں اتر چکا ہے تو وہ فوراً میری طرف لپکیں۔

''رشید پتر! انڈا کہاں ہے؟''

''اماں جی! مجھے نہیں پتا۔''

''نہیں بیٹا! سچ سچ بتاؤ، آپ کے علاوہ کوئی نہ تھا، مان جاؤ۔'' اور میں تھا کہ معصومانہ لب و لہجے میں ٹالنے پر تلا ہوا تھا۔ بالآخر دادی جان تھک ہار کر چلی گئیں۔

عصر کے وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ دادی اماں نے جا کر پوچھا:

''کون؟'' جواب ملا کہ ''بشیر ہوٹل والے نے بھیجا ہے، تیس روپے آج کے بنتے ہیں، وہ ذرا چکا دیں۔''

''بیٹا! آج تو ہم نے کچھ لیا ہی نہیں ہوٹل سے۔''

''نہیں اماں! وہ رشید ہے نا! اس نے آج انڈا بھی ابلوایا اور ایک چائے بھی لی تھی کہ دادا جی بیمار ہیں۔''

''ہائیں! رشید نے کی ہے یہ حرکت! اچھا یہ لیں پیسے۔''

اماں نے اپنے پلو سے باندھے پیسے نکال کر اُس کے حوالے کیے اور خود میرے کمرے میں آگئیں۔ میں اس وقت مزے سے خراٹے بھر رہا تھا۔ انھوں نے آتے ہی میرا کان اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ ایک لمحے کو تو مجھے زمین آسمان گھومتے نظر آئے۔ وہ بولیں:

''بے کار کہیں کے! باہر آؤ ذرا۔''

میں اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا اور اپنے کانوں پر گرفت سخت دیکھ کر بستر سے اٹھنے ہی میں عافیت جانی، کیوں کہ دادی جان سے تو ابا حضور بھی ڈرتے تھے تو ہم کس کھیت کی مولی تھے۔ بس ان کی سزائیں اپنی ہی ہوتی تھیں۔ انھوں نے پہلے کان پکڑوائے، پھر اُنھوں نے دیوار سے ٹیک لگوا کر کرسی بنایا، جو میں بمشکل ایک منٹ ہی بن پایا تو وہ گویا ہوئیں:

''جب آپ نے انڈا اُٹھایا اور کھا لیا تو پھر جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''میں نے اپنے تئیں ہمت جمع کی اور بولا:

''دادی! انڈا چرایا ہے، ڈنڈا تو نہیں۔ آپ تو ایسے سنجیدہ ہو رہی ہیں جیسے آپ کسی اسکول کی استانی ہوں اور میں نے آپ کا ڈنڈا چرا لیا ہو۔''

بس پھر دادی جان نے بھی اپنی ہمت جمع کی اور کوئی تین چار زناٹے دار تھپڑ رسید کیے۔ ہم دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ آنسوؤں نے بھی ہمارا ساتھ دیا اور وہ بھی دادی جان کی مخالفت میں چہرے سے اتر کر ٹپ ٹپ کر کے زمین پر گرنے لگے۔ آخر دادی جان نے ہماری جان بخشی کر کے ہم پر اِحسان عظیم کیا۔ ایک گھنٹے بعد بھی دادی جان کے تھپڑوں کا درد کم نہ

ہوا۔ ہماری سسکیوں سے صرف کمرا ہی نہیں، بل کہ پورا محلہ گونج رہا تھا اور ہم تھے کہ شان بے نیازی سے روئے جا رہے تھے۔

میری یہ حالت دیکھ کر ابا حضور میرے پاس آئے اور مجھے پیار بھی کیا اور سمجھایا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی چوری نہیں کی، نہ بچپن میں اور نہ کبھی بعد میں اور جھوٹ بولنے کو بھی کبھی پسند نہیں کیا، حتّٰی کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا۔'

ساتھ ہی دس روپے کا کرارا نوٹ میری ہتھیلی میں تھما دیا۔ میرا رونا اب خوشی میں بدل گیا تھا۔ تب سے اب تک میں نے کبھی بھی چوری نہیں کی، اور اَب ذرا تم آنکھیں بند کرو اور اپنی ہتھیلی پھیلا دو۔'' طفیل، خالو کی اس بات کو نہ سمجھ پایا، لیکن اسے اپنی ہتھیلی پر کچھ محسوس ہوا۔

''اب ذرا آنکھیں کھولو۔'' خالو بولے۔

طفیل نے جیسے ہی آنکھ کھولی تو سامنے سو روپے کا کرارا نوٹ جگ مگا رہا تھا۔ طفیل انڈا چوری کرنے پر نادم بھی تھا اور پیسے ملنے پر خوش بھی۔ وہ فوراً امی جان کے پاس پہنچا اور امی سے معافی مانگی۔ امی نے مسکرا کر اُسے گلے لگا لیا۔ خالو بے کار، موٹر سائیکل اسٹارٹ کر چکے تھے، جب کہ طفیل اور سمین، دونوں بہن بھائی اٹھکھیلیاں کرتے بستے گلے میں لٹکائے ہنسی خوشی باہر نکل رہے تھے اور امی جان ہاتھ ہلا ہلا کر اُنھیں رخصت کر رہی تھیں۔

بقیہ: نئے لکھاری

اچانک ان میں سے ایک نوجوان چلاتے ہوئے بولا:

''ارے! یہ تو میرا بٹوا ہے۔ نجانے کیسے گر گیا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ سے اپنا بٹوا اُچکا اور واپس اپنے دوستوں کے ساتھ ہال کی جانب بڑھنے لگا۔ ٹیکسی والا بے چارہ حیرت اور افسوس کے ملے جلے جذبات کے ساتھ انھیں جاتا دیکھتا رہا، پھر جیسے ہی اس کی نظر ہم پر پڑی وہ نہایت افسردگی کے ساتھ بولا:

''دیکھو یار! کیسے لوگ ہیں، میں نے انھیں ان کا بٹوا واپس کیا، لیکن انھوں نے میرا شکریہ تک ادا نہیں کیا۔''

ہمیں اس غریب ٹیکسی والے پر ترس بھی آیا اور رَشک بھی کہ اس نے بٹوا اپنے پاس نہیں رکھا، بل کہ اسے اس کے مالک کو لوٹا دیا، چناں چہ ہم نے اسے تسلی دی اور آگے کی طرف بڑھ گئے۔

آج اس واقعے کو دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے اس ٹیکسی ڈرائیور پر رَشک آنے کے ساتھ ساتھ ان نوجوانوں پر بہت غصہ بھی آتا ہے، جنھوں نے کسی کا دل رکھنے کے لیے صرف چند الفاظ منہ سے نکالنے میں اتنی کنجوسی دکھائی اور پھر آپ ﷺ کا فرمان ذہن میں گونجنے لگتا ہے:

''جو شخص بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ماہ نامہ
ذوق و شوق
کراچی
الحمدللہ! اب تک ماہ نامہ "ذوق و شوق" کے مطالعے سے لگ بھگ پچاس ہزار لوگ کتاب دوست بن چکے ہیں۔

کتاب دوست بنیے اور بنائیے

اپنے عزیز و اقارب اور رشتے داروں کے بچوں کو کتاب دوست بنانے اور صدقہ جاریہ میں حصہ لینے کے لیے ماہ نامہ "ذوق و شوق" کے سالانہ خریدار خود بھی بنیے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیجیے۔
سالانہ خریداری کے 1000 روپے آپ درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں جمع کرواسکتے ہیں۔ اپنا نام، رابطہ نمبر اور جس ماہ سے جاری کروانا ہے ہمیں واٹس اپ کیجیے اور ہر ماہ گھر بیٹھے ماہ نامہ "ذوق و شوق" کا مطالعہ کیجیے۔

ZoqShoq
نام ________
مکمل پتا ________
ای میل ایڈریس ________
رابطہ نمبر ________
پوسٹ کوڈ ________
رقم ________
جاری کرنے کا مہینا ________

خط و کتابت کا پتا
ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984، گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300
رابطہ نمبر: 021-34990760 ای میل: zouqshouq@hotmail.com
zouq o shouq 0324-2028753

اکاؤنٹ نمبر
Bank: Meezan Bank Title: Bait ul ilm trust zouq o shouq
Account Number: 0179-0103431456
Address: Soldier bazar branch, Karachi.

گزشتہ سال ۲۰۲۰ میں آنے والی تحریروں کا اجمالی خاکہ

جنوری ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغام الٰہی	بنی اسرائیل کے قاتل کا واقعہ	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغام نبوی	والد کے دوستوں سے حسن سلوک	راشد علی نواب شاہ	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	نیک اعمال کی منصوبہ بندی	عبدالعزیز	کراچی
حمد	سب سے بڑا خدا ہے	اللہ تعالیٰ کی بڑائی	محمد مشتاق حسین	آزاد کشمیر
نعت	وفا اور طرح کی	مدینہ طیبہ اور اُس کے انوارت	عائشہ صدیقی عائش	نوشہرہ
سیرت	سیرت کہانی	صحابۂ کرام ؓ کی قربانیاں	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	نیا سال شروع ہونے پر ہمدردی کا عزم	محمد فیصل علی	مظفرگڑھ
معلوماتی مضمون	شلجم	شلجم کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
سیاحتی مضمون	خوب صورت نظارے	پاکستان کے سیاحتی مقامات	رانا محمد شاہد	بورے والا
تاریخی واقعہ	ایک امیدوار دوسرا بے راز	حکمران کے مزاج کا رعایا پر اثر ہوا کرتا ہے	محمد حذیفہ رفیق	کراچی
نظم	بچو!	صبح سویرے اٹھنے کی عادت ڈالنی چاہیے	محمد شریف شیوہ	لاہور
کہانی	بہترین خطا کار	باہر کے کھانے کے نقصانات	نوید اقبال	کراچی
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین کرام	ملک بھر سے
کہانی	پانی سے دوستی	اپنے باپ دادا کا حلال پیشہ اپنانے میں کوئی عار نہیں	نذیر انبالوی	لاہور
کہانی	شہزادہ خرم کی واپسی	بادشاہ کو لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہیے	دیا خان بلوچ	لاہور
کہانی	اسکیموز سے دور رہنا	والدین کی اطاعت میں حفاظت ہے	انسپکٹر احمد عدنان طارق	فیصل آباد
نظم	پروسی کے حقوق	پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے	ارسلان اللہ خان	حیدرآباد
کہانی	ظالم کی مدد	ظلم سے روک کر ظالم کی مدد کی جائے، انٹرنیٹ وغیرہ کے استعمال میں احتیاط سے کام لیا جائے۔	عرفان قمر	کراچی
تاریخی واقعہ	صف شکن	سلطان نورالدین زنگی کا اللہ تعالیٰ پر بھروسا	محمد فہیم عالم	لاہور
مزاحیہ کہانی	کیسا لگا چاند کا سفر	پڑھائی پر توجہ دینی چاہیے	سرتاج احمد حسن زئی	کراچی
سوانح	جھوٹوں کے جھوٹے	صحابۂ کرام ؓ کا جھوٹے نبی سے نمٹنے کا احوال	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کھیل	ذوق معلومات	عبدالرحمٰن الاول الداخل کا تعارف بذریعہ سوالات	ابو غازی محمد	کراچی
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی کے راہ نما اصول سیکھے	قارئین	مختلف شہر

فروری ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغام الٰہی	بے جا قیل وقال سے پرہیز کرنا چاہیے	عبدالعزیز	کراچی

حدیث وتشریح	پیغام نبوی	اسٹاپ پر اُترنے کی دعا	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک علیک	دوسروں کی مدد کرنی چاہیے	عبدالعزیز	کراچی
سیرت	سیرت کہانی	مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ، نیز ہجرت حبشہ کا تفصیلی احوال	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	اپنے علم کی زکوٰۃ نکالنی چاہیے، یعنی جماعت میں کم زور طلبہ کی مدد کرنی چاہیے	اریبہ فاطمہ	سیال کوٹ
معلوماتی مضمون	شکر قندی	شکر قندی کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	محبت نگر کا پل	نبی علیہ السلام کی سیرت میں جوڑ ہے	راحت عائشہ	کراچی
اریخی واقعہ	تاریخی جھلکیاں	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک عاشق طالب علم کا طلب علم کے لیے طویل سمندری سفر کرنا	محمد حذیفہ رفیق زمزمی	کراچی
کہانی	موٹو کا علاج	والدین کی اطاعت کرنی چاہیے، بازاری اشیا سے پرہیز کرنا چاہیے	روبینہ عبدالقدیر	کراچی
نظم	سردی کا موسم	سردی کے موسم میں بچوں کی دیکھ بھال خاص طور پر کرنی چاہیے	محمد شریف شیوہ	لاہور
مزاحیہ کہانی	شرارت بیتی	اپنا حق وصول کرنے کی بھی گنجائش ہے	منور عمر	کراچی
کھیل	ذوق معلومات	سری لنکا کا بذریعہ سوالات تعارف	ابوغازی محمد	کراچی
کہانی	بچہ پارٹی زندہ باد	فیکٹریوں کا گندا پانی دریاؤں میں نہ بہایا جائے، تاکہ آبی مخلوق کی حفاظت ہو سکے	نذیر انبالوی	لاہور
کہانی	جی امی جان!	بڑوں کی بات ماننی چاہیے اور ضد نہیں کرنی چاہیے	محمد حنیف عبدالمجید	کراچی
نظم	میں کچھ بھی کہہ نہ پایا	جانوروں کی اہمیت، خاص کر گھوڑے کی فضیلت	احمد حاطب صدیقی	اسلام آباد
کہانی	حسن کی بہادری	ذہانت کا امتحان، ذہانت کو مثبت کاموں میں استعمال کرنا چاہیے	الطاف حسین	کراچی
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر
کہانی	قصور کون؟	بچوں کو تعلیمی ادارے تک پہنچانے کا اچھا بندوبست کرنا والدین کی ذمے داری ہے	مفتی محمد اسماعیل معاویہ	مخدوم پور
سوانح	جھوٹوں کے جھوٹے	جھوٹی نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کو نمٹانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مؤثر کردار اور قربانی	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کہانی	یوں نہ کیجیے	اسلام کو سائنس کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے، اس میں نقصان ہے	اخت محمد فیاض عمر	کراچی
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	معلومات عامہ میں اضافہ ہو	الطاف حسین	کراچی
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا ذوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کہانی	پانچ سو کے پیچھے	ایمان دار شخص کو سب پسند کرتے ہیں	انسپکٹر احمد عدنان طارق	فیصل آباد
تاریخی واقعہ	صف شکن	سلطان نورالدین زنگی کی شجاعت اور دریا دلی	محمد فہیم عالم	لاہور
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی کے راہ نما اصول سیکھیے	قارئین	مختلف شہر
خطوط	خط جو آپ کا ملا	قارئین کے تبصرے	قارئین	مختلف شہر
مصوری	ذوق مصوری	کام میں باریک بینی اور خوب صورتی پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر

مارچ ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
قرآن وتفسیر	پیغام الٰہی	بنی اسرائیل کے قاتل کا قصہ	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغام نبوی	کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھایا جائے	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	یوم پاکستان اور سال نامہ کا تذکرہ	عبدالعزیز	کراچی
حمد	رب کی ہے	اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا بیان	محمد شریف شیوہ	لاہور
نعت	بات کریں	حضور ﷺ کی اعلیٰ صفات کا تذکرہ	ارسلان اللہ خان	حیدر آباد
سیرت	سیرت کہانی	نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پُراثر تقریر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کا قصہ	عبدالعزیز	کراچی

کہانی	بلاعنوان	والدین کی بات ماننے میں فائدہ ہے، کھیل کود کر کے وقت پر گھر آجانا چاہیے	نورین ایمان	ساہیوال
معلوماتی مضمون	پالک	پالک کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
تاریخی واقعہ	تاریخی جھلکیاں	حضرت بقی بن مخلد کا حضرت امام احمد بن حنبل سے عجیب انداز سے علم حاصل کرنے کا احوال	محمد حذیفہ رفیق زمزمی	کراچی
کہانی	منکوتم کتنے اچھے ہو!	کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے، اس کی سزا دنیا میں بھی مل سکتی ہے	دیا خان بلوچ	لاہور
نظم	حسین تر بناؤ	آپس میں محبت سے رہ کر اپنے وطن کو حسین اور خوب صورت بنانا چاہیے	محمد نوید مرزا	لاہور
کہانی	جیدا نہیں، جاوید	غصے میں وضو کرنے سے متعلق حدیث شریف کی وضاحت کہانی کے انداز میں	نذیر انبالوی	لاہور
مصوری	ذوق مصوری	کام میں باریک بینی اور خوب صورتی پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کہانی	ایسا کیوں ہوا	کر بھلا تو ہو بھلا	راحیلہ بنت مہر علی شاہ	ٹانک
سوانح	کاتبِ قرآن	حضرت معاویہؓ کے حالاتِ زندگی	سرتاج احمد حسن زئی	کراچی
کہانی	پاگل ہو گئے ہو کیا!	سیلفی کا شوق آپ کو مفلوج بھی کروا سکتا ہے	مریم شہزاد	کراچی
کھیل	ذوق معلومات	بابائے بصریات ابن الہیثم کے بارے میں معلومات	ابو غازی محمد	کراچی
تاریخی واقعہ	صف شکن	سلطان نورالدین زنگی کی خدمت خلق اور شجاعت وفتوحات	محمد فہیم عالم	لاہور
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر
تاریخ واقعہ	جھوٹوں کے جھوٹے	مسلیمہ کذاب کی واہیات باتیں	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	سوالات کے ذریعہ معلومات عامہ میں اضافہ ہو	الطاف حسین	کراچی
سائنسی کہانی	چیکو کی کہانی	چیکو کے بارے میں مفید معلومات	محمد فاروق دانش	حیدرآباد
معلوماتی مضمون	پاکستان مونومنٹ میوزیم	پاکستان مونومنٹ میوزیم اسلام آباد کے بارے میں مفید معلومات	محمد فرحان اشرف	بہاول نگر
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
نظم پہیلی	آواز نرالی	نظم کی شکل میں چھوٹے بچوں کے لیے پہیلی	ریحان طائر	کراچی
خطوط	خط جو آپ کا ملا	خطوط کے ذریعے ماہ نامہ ذوق وشوق پر تبصرہ	قارئین	مختلف شہر
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی گزارنے کے بارے میں راہ نما اصول سیکھیے	قارئین	مختلف شہر
کہانی	دیکھو بیٹا!	خوب پڑھیے اور اپنے والدین کے خواب پورے کیجیے	ڈاکٹر الماس روحی	کراچی

جولائی/اگست ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغام الٰہی	دل کی سختی اور اُسے دور کرنے کے اعمال	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغام نبوی	بڑوں کا ادب اور برکت	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	ہم سب دنیا میں مسافر ہیں	عبدالعزیز	کراچی
سیرت	سیرت کہانی	حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، کفار مکہ کا مسلمانوں سے بائیکاٹ کرنا	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	جھوٹ بولنا، غلطی کرنا اس پر ندامت اور معافی مانگنا	محمد شائل بن کامران	کراچی
معلوماتی مضمون	بھنڈی	بھنڈی کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	موٹو ہتھو کی بادشاہت	عاجزی اور ایمان داری ہمیشہ ہونی چاہیے، غرور وظلم ختم ہونے والا ہے	زیست فاطمہ	لاہور
تاریخی واقعہ	شیر کو حکم	مشہور تابعی حضرت صلۃ بن اشیم عدوی کا واقعہ	محمد حذیفہ رفیق زمزمی	کراچی
نظم	پیارا اپنا پاکستان	پاکستان کا حسن وشان	امان اللہ نیر شوکت	لاہور
کہانی	جھگڑا پانی کا	مل جل کر مسائل حل کرنے چاہییں	نذیر انبالوی	لاہور

کہانی	نیا سال مبارک	قمری کیلنڈر کی اہمیت	سمیع اللہ شاہ	بنوں
مزاحیہ کہانی	ادھوری کہانی	مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے	مریم شہزاد	کراچی
کھیل	ذوق معلومات	حضرت عقبہ بن نافع کا تعارف بذریعہ سوالات	ابوغازی محمد	کراچی
کہانی	مصلحت	اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کو سمجھنا، اللہ پر کامل یقین کرنا	عنبر جمشید	بہاول نگر
کہانی	سفید بکرا	قربانی کا مقصد	لیاقت علی	تلمبہ
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر
کہانی	سرخ رو	غریب مریضوں کے لیے ہسپتال بنوانا چاہیے	غلام محی الدین ترک	کراچی
تاریخ	مسلیمہ کذاب	جھوٹے مدعی نبوت مسلیمہ کذاب کی کارستانیاں	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
نظم	شور مچائے	توتے کے بارے میں نظمیہ پہیلی	ریحان طائر	کراچی
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	معلومات عامہ میں اضافہ ہو	الطاف حسین	کراچی
کہانی	علم کی روشنی	آزادی کی نعمت کی قدر کیجیے	گلاب خان سولنگی	کراچی
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کہانی	بجلی آگئی	بجلی کو ضائع نہیں کرنا چاہیے	آمنہ خورشید	راول پنڈی
تاریخی واقعہ	صف شکن	سلطان نورالدین زندگی کی خدمت خلق اور شجاعت وفتوحات	محمد فہیم عالم	لاہور
اقوال	بکھرے موتی	زندگی کے راہ نما اصول سیکھیں	قارئین	مختلف شہر
کہانی	احتیاطی تدابیر	بیماری کا فوری علاج کرانا چاہیے	قانتہ رابعہ	گوجرہ
مصوری	ذوق مصوری	کام میں باریک بینی اور خوب صورتی پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
خطوط	خط جو آپ کا ملا	قارئین کے تبصرے	قارئین	مختلف شہر

ستمبر ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغام الٰہی	یہودیوں کی بری صفات سے بچ کر مؤمنین کی صفات اپنائیے	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغام نبوی	اپنے ساتھ بھلائی کرنے والے کو دعا دینی چاہیے	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	دنیاوی علوم کے ساتھ دینی علوم بھی میڈیا کے ذریعے سیکھے جاسکتے ہیں	عبدالعزیز	کراچی
سیرت	سیرت کہانی	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اُن کی قربانیاں	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	حسد سے بچیے	محمد احمد رضا انصاری	کوٹ ادو
معلوماتی مضمون	پھول گوبھی	پھول گوبھی کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	گم نام ہیرو	دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانا چاہیے	ش م دانش	پائی خیل
کہانی	اندھے ہوگیا	سنت پر عمل میں دونوں جہانوں کی بھلائی ہے	سمیر ریسم	کوٹ ادو
نظم	جگنو اور گائے	اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیے	ڈاکٹر صفیہ سلطانہ	کراچی
تاریخی واقعہ	دل پھٹ گیا	جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے	محمد حذیفہ رفیق زم زمی	کراچی
کہانی	دشمن	کسی بے زبان کو خوامخواہ تکلیف نہ دیجیے	مریم شہزاد	کراچی
کھیل	قرآن کوئز	قرآنی معلومات میں اضافہ پیدا ہو	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	سچی کہانی	دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کیجیے	وزیہ ظفر	چکوال
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر

معلوماتی مضمون	خاموش گزرگاہوں کا شہر	گزشتہ اقوام کے حالات سے عبرت حاصل کیجیے	الطاف حسین	کراچی
کہانی	سردار	اپنے ماتحتوں اور دوسروں کا خیال رکھیے	غزالہ عزیز	کراچی
کہانی	اللہ میاں	منافقت سے اجتناب کیجیے	کاوش صدیقی	کراچی
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی گزارنے کے راہ نما اصول سیکھیں	قارئین	مختلف شہر
تاریخ	جھوٹوں کے جھوٹے	مسلیمہ کذاب کی واہیات باتیں	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کہانی	ایک مخفی دنیا	کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے، کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے	ڈاکٹر عاصم بھروچہ	کراچی
کہانی	مٹی کا قرض	دین کی حفاظت کے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے	الطاف حسین	کراچی
نظم	دعا	اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیے	ارسلان اللہ خان	حیدرآباد
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کھیل	ذوق معلومات	اردن کے بارے میں سوالات کے ذریعے معلومات	ابوغازی محمد	کراچی
کھیل	آواز نرالی	مچھلی کے بارے میں نظمیہ پہیلی	ریحان طائر	کراچی
کہانی	بھولنا نہیں	مسنون دعاؤں کا اہتمام کیجیے	فرہاج صلاح الدین	کراچی
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	معلومات عامہ میں اضافہ پیدا ہو	الطاف حسین	کراچی
تاریخی واقعہ	صف شکن	اپنے اسلاف کے طریقے پر چلنے کی کوشش کیجیے	محمد فہیم عالم	لاہور

اکتوبر ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغام الٰہی	اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنے سے بچائے	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغام نبوی	ہر ایک کا نام پورا اور اَدب سے لینا چاہیے	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، نہ ہی ایسی مجالس میں شرکت ہو	عبدالعزیز	کراچی
حمد	انسان گن نہ پائے	اپنے رب کو یاد کیجیے	احمد حاطب صدیقی	اسلام آباد
نعت	آ گئے	سرکارِ دوعالم ﷺ کی اتباع کیجیے	عائشہ صدیقہ عائش	نوشہر
سیرت	سیرت کہانی	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	دوسروں کی مدد کیجیے	ام محمد احمد	کراچی
کہانی	مجھے بچاؤ	پانی جیسی نعمت کی قدر کیجیے	نذیر انبالوی	لاہور
معلوماتی مضمون	ٹنڈے	ٹنڈے کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی گزارنے کے راہ نما اصول سیکھیں	قارئین	مختلف شہر
نظم	ستارے کہیں جنھیں	نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا احترام اور اتباع کیجیے	ریحان طائر	کراچی
تاریخی واقعہ	ایک کلی	اپنے اسلاف کی اتباع کیجیے	محمد حذیفہ رفیق زمزمی	کراچی
کھیل	مقابلۂ خوش خطی	لکھائی بہتر بنانے کی کوشش کیجیے	اشتراک: البدر اسکول	کراچی
کہانی	چچا چھترو نے کہانی سنائی	کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہیے	ش م دانش	پائی خیل
سوانح	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کیجیے	عبداللہ بن مسعود	کراچی
نظم	حضرت حسین رضی اللہ عنہ	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت	ارسلان اللہ خان	حیدرآباد
کہانی	غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	نبی علیہ السلام کی کامل اتباع کی کوشش کیجیے	محمد نعمان حیدر	ساہیوال
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	معلومات عامہ میں ضافہ پیدا ہو	الطاف حسین	کراچی

کہانی	سچی محبت	پوری زندگی آپ ﷺ کے طریقوں پر چلنے کی نیت کیجیے	حامد الحمید	گجرات
کہانی	چھت کا بھوت	کہنا بڑوں کا مانیے	عشرت زاہد	کراچی
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کہانی	دوست ہے پہچان	دوست دیکھ بھال کر بنائیے	فرہاج صلاح الدین	کراچی
کہانی	خونی علاج	اپنے کام اور مقصد کے لیے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیے	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کھیل	آواز نرالی	مرغے کے بارے میں نظمیہ پہیلی	ریحان طائر	کراچی
سوانح	جھوٹوں کے جھوٹے	خسرو پرویز کا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کہانی	سبق	بڑوں کا کہنا ماننے میں ہی بھلائی ہے	تنزیلہ احمد	اوکاڑہ
کھیل	قرآن کوئز	قرآنی معلومات میں اضافہ پیدا ہو	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	سیرت طیبہ ﷺ اور حسن	اپنے اخلاق اچھے کیجیے	نورین ایمان	کبیر والا
نظم	یاران مصطفیٰ ﷺ	نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کیجیے	اثر جون پوری	کراچی
مصوری	ذوق مصوری	ہر کام میں باریک بینی اور خوب صورتی پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر

نومبر ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ و تفسیر	پیغام الٰہی	مومنوں کی صفات اپنائیے اور یہودیوں کی صفات سے بچیے	عبدالعزیز	کراچی
حدیث و تشریح	پیغام نبوی	کھانے کے آداب سیکھنا چاہیے	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	سال نامہ کی خوش خبری	عبدالعزیز	کراچی
حمد	رحمٰن کے بندے	سورۂ فرقان کی منظوم تشریح	ارسلان اللہ خان	حیدرآباد
نعت	اور طرح کی	آپ علیہ السلام کی تعریف	عائشہ صدیقی عائش	نوشہرہ
سیرت	سیرت کہانی	سیرت نبی ﷺ آسان انداز میں	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	خلائی دوست	مجبور کی مدد کرنے کی کوشش کیجیے	محمد احمد رضا انصاری	کوٹ ادو
مزاحیہ کہانی	اُف یہ عینک	بڑوں کا کہنا ماننے میں ہی بھلائی ہے	ڈاکٹر صفیہ سلطانہ	کراچی
کہانی	لاحاصل زندگی	آخرت کی تیاری کرنا چاہیے	غلام حسین میمن	حیدرآباد
نظم	علامہ اقبال	نئی نسل کو بھی یہ اچھی عادتیں اختیار کرنی چاہییں	ابن بشیر رحمانی	لاہور
کہانی	محافظ	کوئی چیز بےکار نہیں قدرت کے کارخانے میں	محمد ندیم اختر	لیہ
کھیل	مقابلۂ خوش خطی	طلبہ و طالبات اپنی لکھائی درست کریں	اشتراک: البدر اسکول	کراچی
کہانی	گلی نمبر سات	دوسروں کی حتی الامکان مدد کرنی چاہیے اور باطل کے سامنے جھکنا نہیں چاہیے	نذیر انبالوی	لاہور
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر
کہانی	کاش! آپ جلدی آجاتے	اللہ تعالیٰ دعائیں ضرور قبول کرتا ہے بشرطے کہ نیت سچی ہو	مفتی محمد معاویہ اسماعیل	مخدوم پور
کہانی	گویا	تجارت اور کاروبار بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیے	زاہدہ عروج تاج	بہاول پور
کھیل نظم	ٹکر مارے	بکرے کے بارے میں نظمیہ پہیلی	ریحان طائر	کراچی
کہانی	فرق	اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے دوسروں کی مدد کرنی چاہیے	بینا رانی	ملتان
کہانی	ایڈونچر	ضروری نہیں کہ ہر خواہش پوری ہو جائے	ش۔م۔دانش	پائی خیل
کہانی	دور نہیں رہ سکتا	خرید و فروخت بھی دین بن سکتا ہے	کاوش صدیقی	کراچی

کھیل	سوال کہانی	ذہنی سوال	ادارہ	کراچی
کہانی	راجا صاحب	کوئی انسان منحوس نہیں ہوتا	ضیاء اللہ محسن	ساہیوال
کہانی	ابن غلام	تعلیم سے ہی قوموں میں شعور آتا ہے	عشرت زاہد	کراچی
کھیل	ذوق معلومات	حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے بارے میں مفید معلومات	ابو غازی محمد	کراچی
کہانی	بلاعنوان	اپنے والدین کی قدر کرنی چاہیے	ام محمد احمد	کراچی
نظم	ماہ نامہ ذوق وشوق	ماہ نامہ ذوق وشوق کی پسندیدگی	محمد اسامہ سرسری	کراچی
سوانح	جھوٹوں کے جھوٹے	دشمنوں کو پہچانیے	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
کھیل	سوال آدھا جواب آدھا	معلومات عامہ میں اضافہ ہو	الطاف حسین	کراچی
کہانی	آسیب میرے گھر میں	لایعنی سے پرہیز کیجیے	بلال ہاشمی	کراچی
کہانی	مانی اور شانی نے عیادت کی	عیادت کرتے ہوئے بھی آداب کی رعایت کیجیے	آمنہ خورشید	راول پنڈی
معلوماتی مضمون	ہری پیاز	ہری پیاز کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	اقبال کا شاہین	نوجوانوں کو فضولیات سے بچ کر مستقبل کی فکر کرنی چاہیے	محمد نوید مرزا	لاہور
کھیل	تین کا اچار	لفظی کھیل	محمد اسامہ سرسری	کراچی
کہانی	مصعب اور مدرسہ	بچوں کو میڈیا کی برائی سے دور رہنا چاہیے	انعم توصیف	کراچی
نظم	ابا کی سائیکل	سائیکل کو سنبھال کے چلانا چاہیے	محمد رمضان شاکر	پاک پتن
کھیل	قرآن کوئز	قرآنی معلومات میں اضافہ ہو	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا شوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
تاریخی جھانکیاں	بے لگام کی لگام	ہر وقت دین اسلام پیش نظر رہے	محمد حذیفہ رفیق زم زمی	کراچی
کہانی	جاؤ، کام کرو	بغیر محنت کے کچھ ہاتھ نہیں آتا	الطاف حسین	کراچی
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی کے راہ نما اصول سیکھیے	قارئین	مختلف شہر
نظم	پانی	پانی کی قدر کریں	روبینہ ممتاز روبی	کراچی

دسمبر ۲۰۲۰

صنف	تحریر کا عنوان	تحریر کا موضوع	لکھاری	شہر
ترجمہ وتفسیر	پیغامِ الٰہی	اللہ تعالیٰ شریعت پر عمل کرنے والا بنائے اور رشوت خوری سے بچائے	عبدالعزیز	کراچی
حدیث وتشریح	پیغامِ نبوی	مسلمان کو نہ دھوکا دینا چاہیے اور نہ ہی نقصان پہنچانا چاہیے	راشد علی نواب شاہی	کراچی
اداریہ	علیک سلیک	قائد کے وژن کے مطابق وطنِ پاکستان کو ڈھال سکیں	عبدالعزیز	کراچی
سیرت	سیرت کہانی	سیرت نبی علیہ السلام آسان انداز میں	عبدالعزیز	کراچی
کہانی	بلاعنوان	کاروبار بھی اسلام کے احکام کے مطابق کرنا	غلام یاسین نوناری	مظفر گڑھ
نظم	کوا	ہر کوئی اپنے نصیب کا کھاتا ہے	روبینہ ممتاز روبی	کراچی
کہانی	ببن میاں بنے لکھاری	محنت کرنے والا ناکام نہیں ہوتا	افشاں شاہد	کراچی
معلوماتی مضمون	پیاز	پیاز کے فوائد	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	کتاب کا کیڑا	آلاتِ علم کا بھی ادب کرنا چاہیے	ڈاکٹر الماس روحی	کراچی
کھیل	ذہنی آزمائش	راستہ تلاش کرنا	ادارہ	کراچی
کھیل	مقابلۂ خوش خطی	طلبہ وطالبات میں لکھائی بہتر کرنے کا عزم کیجیے	اشتراک: البدر اسکول	کراچی

کہانی	اعجاز اور قائداعظم	محنت سے جی نہیں چرانا چاہیے	ارم فاطمہ	لاہور
کہانی	ٹیڑھی اینٹ	صحیح بات صحیح طریقے سے کی جائے تو ضرور فائدہ ہوتا ہے	عارف مجید عارف	حیدرآباد
کہانی	زبردست	اتفاق اور مل جل کر کام کرنے میں برکت ہے	مریم شہزاد	کراچی
کترن	نظر کا علاج	دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے	ادارہ	کراچی
کھیل	سوال آدھا، جواب آدھا	معلومات عامہ میں اضافہ پیدا ہو	الطاف حسین	کراچی
کہانی	شان دار کہانی	کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے	انسپکٹر احمد عدنان طارق	فیصل آباد
کہانی	آواز کا تعاقب	اپنی غلطی مان لینے میں ہی عظمت ہے	مصباح ناز	جہلم
کھیل	ذوق معلومات	سوالات کے ذریعے برازیل کے بارے میں مفید معلومات	ابوغازی محمد	کراچی
نظم	ہمارے صحابہ رضی اللہ عنہم	اصحاب محمد ﷺ کی اہمیت	ارسلان اللہ خان	حیدرآباد
کہانی	گم شدہ بچہ	خدا کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں	مدیحہ صدیقی	کراچی
اقوال	بکھرے موتی	بڑوں کی باتوں سے زندگی کے راہ نما اصول سیکھیے	قارئین	مختلف شہر
کہانی	مار نہیں، پیار	انسان کو اپنی قدر پہچانی چاہیے	شبانہ رشید	راول پنڈی
کھیل	قرآن کوئز	قرآنی معلومات میں اضافہ ہو	سعد علی چھیپا	کراچی
کہانی	آزمالیجیے	لایعنی سے پرہیز کیجیے	یوسف شعیب احمد	؟
کہانی	نئے لکھاری	بچوں میں لکھنے کا ذوق پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
سوانح	جھوٹوں کے جھوٹے	اسود عنی اور قیس کے درمیان گفتگو کا قصہ	حافظ محمد دانش عارفین	لاہور
نظم	دال کا حلوا	کھانا دیکھ کر کھانا چاہیے	ڈاکٹر صفیہ سلطانہ	کراچی
مضمون	گلگت بلتستان	تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا	رانا محمد شاہد	بورے والا
لطائف	شکر پارے	ہنسی مذاق	قارئین	مختلف شہر
کہانی	چال کا مقابلہ	اللہ تعالیٰ کے کلام میں شفا ہے	روبینہ عبدالقدیر	کراچی
کھیل	میٹھی میٹھی چیز بنائے	شہد کی مکھی کے بارے میں نظمیہ پہیلی	ریحان طائر	کراچی
مصوری	ذوق مصوری	کام میں باریک بینی اور خوب صورتی پیدا ہو	قارئین	مختلف شہر
کہانی	جنگل کہانی	اتفاق میں برکت ہے	تنزیلہ احمد	اوکاڑہ
کھیل	ذہن لڑائیے	سوالات میں ہیں جوابات	حافظ محمد اشرف	حاصل پور

مقابلۂ خوش خطی ❶ کے انعام یافتگان

۱۔ بنت عبداللہ۔ کراچی

۲۔ ہانیہ انصاری۔ کراچی

۳۔ واعظہ بنت عاصم رضا۔ کراچی

KID'S

Collection shoes

New Arrivals
Now At Store

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لانے
پر اسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

اسکول شوز ہر سائز میں۔۔۔چھے ماہ کی گارنٹی کے ساتھ۔۔۔

Shop No. 9, Star Centre, Near Chawla Centre,
Main Tariq Road Karachi. Ph: 021-34315359

NEW OPENING
HAND BAGS
20% OFF

She shoes

Shoes for ladies and kids

New Arrivals
Now At Store

10% OFF
ON ALL DISPLAY
ITEMS
LIMITED TIME OFFER

SCHOOL SHOES & PT SHOES
AVAILABLE ONLY 790/=

FANCY CLUTCH
& WALLET

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لانے
پر اسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

Shop No. 14-15, Lavish Mall, Opp. Rabi center,
Main Tariq Road, Karachi. Tel.: 0213-4547778, 0213-34327331

کوپن برائے
بلاعنوان ۱۶۱

نام: ____________ ولدیت: ____________
مکمل پتا: ____________
فون نمبر: ____________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۶۰

نام: ____________ ولدیت: ____________
مکمل پتا: ____________
فون نمبر: ____________

سوال آدھا جواب آدھا ۱۶

نام: ____________ ولدیت: ____________
مکمل پتا: ____________
فون نمبر: ____________

کوپن برائے
قرآن کوئز ۵

نام: ____________ ولدیت: ____________
مکمل پتا: ____________
فون نمبر: ____________

مقابلۂ خوش خطی ۴

نام: ____________ ولدیت: ____________
مکمل پتا: ____________
فون نمبر: ____________

ہدایات: جوابات ۳۱ جنوری ۲۰۲۱ تک ہمیں موصول ہو جانے چاہییں...... ☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

پیارے بچوں کے لیے
پیاری کتابیں
سچی دوستی
جنت کا دروازہ
چہکتی چڑیا
مسکراہٹ نگر
نئی کہانی نیا انداز
آؤ دوڑ لگائیں
صرف ایک عمل
سنت کہانی
مکتبہ بیت العلم
فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔
+92-312-3647578 ، +92-21-32726509
17 الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔
+92-321-4361131 ، +92-42-37112356
ای میل: mbikhi.pk@gmail.com، ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

سلسلہ

تحفۃ الدعاء

دعا عظیم نعمت اور انمول تحفہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے، دعا مایوسی میں امید کی کرن ہے، دعا کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام مسائل حل کرواسکتے ہیں، اس دنیا میں کوئی بھی انسان کسی بھی حال میں دعا سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اسی فکر کے پیشِ نظر "مکتبہ بیت العلم" نے تحفۃ الدعا سیریز کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! اس سیریز کے چھ حصے شائع ہو چکے ہیں۔

MaktabaBaitulilm

بیت العلم

Karachi Ph : 021-32726509
Lahore Ph : 042-37112356
www.mbi.com.pk